ماہنامہ

قلندر شعور

اپریل ۲۰۲۳ء

سُکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور رُوح کے عرفان کے بغیر سُکون نہیں مِلتا

جب ندی کا پانی دریا میں جا پہنچا
پھر ندی کے پانی کو دریا میں تلاش مت کر
جب تک تُو ہے ، یار تیرا یار کب ہو گا
جب تو نہیں ہو گا تو یار تیرا یار ہو گا

حضرت بُو علی شاہ قلندرؒ

السلام علیکم
LDA Approved
LDA-DMP-423
گراؤنڈ فلور
+6 منزلہ عمارت
پارک
PARK TOWER
پارک ٹاور
PARK TOWER
FOOD COURT
RESTAURANT SHOPS
APARTMENTS
ICONIC PROJECT IN
NEW LAHORE CITY
SECTOR C PEARL ENCLAVE
نیو لاہور سٹی میں...
مین کمرشل سیکٹر C سے منسلک
بحریہ ٹاؤن اور رِنگ روڈ سے چند منٹ
کی مسافت پر
PMS
PROPERTY MANAGEMENT SERVICES
FACING PEARL ENCLAVE PARK
فوڈ کورٹ، ریسٹورینٹ
دکانیں اور اپارٹمنٹس
4 سال کی
آسان اقساط
Plot no 191,192,193,194 Sector-C, Pearl Enclave, New Lahore City (Zaitoon) Canal road Lahore.
+92-333-4715823 +92-300-8711836 +92-300-2223712 +92-321-4070699
www.parktower.pk | info@parktower.pk
CCTV & Security
Smart Entry & Alarm
Parks & Play Areas
Public Transport
Wide Road Network
Hospital
School
Power Backup
1 & 2 Bed
Fitted Kitchen
Laundry Area
Bath

زیر سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

فری ممبرشپ

عظیمیہ روحانی لائبریری

جنڈ، اٹک

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ و طالبات کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

اوقات: عصر تا مغرب روزانہ

حاجی بازار، جنڈ، اٹک۔ موبائل نمبر: 03009145175

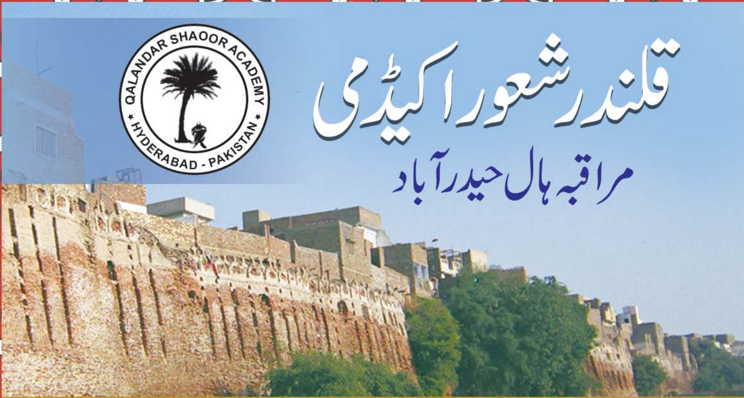

زیر سرپرستی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

قلندر شعور ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہم کائناتی تخلیقی فارمولوں کے تحت اپنے اندر روحانی صلاحیتوں کو متحرک کر سکتے ہیں۔

روحانی علوم کے متلاشی، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات کے لئے خوش خبری

گلشن شہباز، نزد ٹول پلازہ، جامشورو حیدر آباد، 71000 ، پاکستان

فون نمبر: 0331-3615533 ، 0333-2695331

DEFENCE
3D - OPG - CEPH

3 DIMENSIONAL DENTAL IMAGING CBCT SYSTEM

KARACHI

3D

Free software provide with implant library to all consultant for Nerve Tracing. Cephalomatric Tracing, Implant Planing.

Maxillofacial

Implant Planning

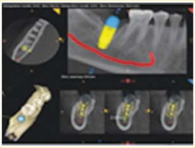

OPG

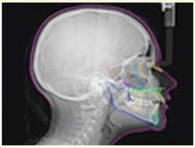

CEPH

Take Your Practice to the Next Level !

Defence branch:
0213-8941506 - 0343-7180348
Building # 7-C, Shop # 1, Street 10, Badar Commercial Area, Phase 5 Ext. DHA, Karachi.

Sharfabad branch:
0213-4920777 - 0320-4690899
Plot # 87, Shop # 2, Zulekha Tower, Block-3, BMCH Society, Main Jamal-ud-Din AfghaniRoad, Sharfabad, Karachi.

Email: info@3d-diagnostic.pk Web: www.3d-diagnostic.pk

عظیمی
روغن
پرسیاؤشاں
REDISCOVER
YOUR HAIR'S
NATURAL BEAUTY
گھنے، لمبے اور چمکدار
بالوں کی نشوونما کے لئے
جڑی بوٹیوں سے تیار کیا ہوا تیل
چمک دار سیاہ بال
خشکی کا خاتمہ
نرم و ملائم بال
• حافظہ روشن کرتا ہے
• دماغ کو تقویت دیتا ہے
• سر درد میں مفید ہے
عظیمی
روغن
پرسیاؤشاں
عظیمی میڈیکل اسٹور
ہول سیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

جلد 11 شمارہ 3 | اپریل 2023ء | رمضان ـ شوال 1444ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

قلندر شعور کراچی

Neutral Thinking

(اردو ـ انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاءؒ رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

باہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس ـــ پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 110 روپے ...سالانہ ہدیہ 1680 روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ، بیرونِ پاکستان 70 امریکی ڈالر سالانہ

B-54، عظیمی محلہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 6912020 213(0) 92+

۲۹ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ ______ حضرت بو علی شاہ قلندرؒ 10

نعت رسول مقبول ﷺ ______ حضرت بو علی شاہ قلندرؒ 11

رباعیات ______ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ 12

آج کی بات ______ مدیر مسئول 14

فقیر کی ڈاک ______ ادارہ 18

نامے میرے نام ______ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ 21

★ ★ ★ ______ (M.Phil. Supply Chain) بلال حسن 25

بے جان وجود ______ (M.A.Fine Arts) حامد ابراہیم 31

دماغ کی ساخت ______ عظمیٰ افتخار 37

فی الارضِ خلیفہ ______ عثمان طاہر 41

چڑیا پیاسی ہے ______ ملک محمد ناصر 47

ڈائیلیسز کا قدرتی نظام ______ مریم بی بی 53

ہوا مولان ______ منیزہ اظہر 59

تین پرت ______ ادارہ 65

حضرت بو علی شاہ قلندرؒ ______ شازیہ رشید 67

شک ـــ یقین ______ (Ph.D.) ڈاکٹر نعیم ظفر 75

فروری 2023ء کے سرورق کی تشریح ______ قارئین 79

سمندر کا ذہن ______ (متحدہ عرب امارات) بی بی انورادھا 83

صبح صادق ______ اظہر حسین 89

سنا کس نے ______ عرفانہ شہزاد 93

اقتباسات ______ خواتین و حضرات 99

پورب کے ہم زاد ______ (M.Sc. Applied Physics) محمد عدنان خان 101

بے بال و پر ______ سیدہ نفیسہ 109

بڑے باپ کا بیٹا ______ عابد محمود 113

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر ______ عظیمی خواجہ شمس الدین 119

127 Bibi Anuradha (UAE) ______ The Mirror of life

133 Quratulain Wasti ______ Haris Bin Kaldah

135 Ahmed Qasim ______ The Power of Kindness

138 K. S. Azeemi ______ Message of the Day

حمد باری تعالیٰ

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ

از عکس روئے تو جانے در آدم آوروند
پش بسجدہ آن خیل قدس را بروند
ہزار آدم عالم نمود سجدہ ترا
اگرچہ سجدہ ملائک بر آدم آورند
خیال روئے تو در دیدہ کسی کہ نشست
خیال ہر دو جہانش ز دیدہ بستروند
نخوردہ اند مئے عشق در الست کسان
کہ بر فضیحت عشاق حیف می خوروند
موّلہان بہ ازل عکس صورتت دیدند
از آنکہ تا بہ ابد پائے حیرت افشروند
شرفؔ ز عشق تو گشت آن قلندر سرمست
کہ جملہ مد عیان از مہابتش مروند

مفہوم: تیرے چہرے کے عکس کی بدولت آدم میں روح پھونکی گئی پھر قدسیوں کے گروہ سے سجدہ کروایا گیا۔ اگرچہ فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا لیکن نوعِ آدم تیرے سامنے سربسجود ہوئی۔ تیرے چہرے کا خیال جس کی آنکھ میں سمایا، اس کی آنکھوں سے دونوں جہاں کا خیال مٹ گیا۔ جو لوگ عشاق کی رسوائی پر افسوس کرتے ہیں، انہوں نے روزِ الست شرابِ عشق نہیں پی۔ عشاق نے روزِ ازل تیرے چہرے کی زیارت کی اس لئے وہ ابد تک حیرت میں مبتلا رہیں گے۔ شرفؔ تیرے عشق سے ایسا سرمست قلندر ہو گیا کہ دشمن اس کی شان و شوکت دیکھ کر گم صم ہو گئے۔

نعت رسول مقبول ﷺ

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ

فدائے روئے تو ارضین و افلاک
بفرق تو منور تاج لولاک
بکش از رخ نقاب اے ماہ یثرب
بزن در جیب و دامان دلم چاک
ہمے نالم کہ بر روئے بمالم
وجود من بود چون خاک و خاشاک
چو سوزم ز آتش ہجر تو ہر دم
نباشد ز آتش دوزخ مرا باک
حدی خوان خواند از نعت تو یکدم
شود جمازہ من چست و چالاک
بہ جیب و دامنش صد چاک دارد
قلندر بوعلی ہیھات ہیھات

مفہوم: زمین و آسمان آپؐ کے چہرۂ انور پر فدا ہیں۔ لولاک کا تاج آپؐ کے سرِ انور پر چمکتا ہے۔ اے یثرب کے چاند! اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر میرے دل کے دامن و گریبان کو چاک کر دے۔ میں اس لئے گریہ وزاری کر رہا ہوں کہ کاش میں خاک ہو جاؤں اور اس کو اپنے چہرے پر مل لوں۔ چوں کہ ہر لمحہ آپؐ کے ہجر کی آگ میں جلتا ہوں، مجھے دوزخ کی آگ کا کیا خوف! حُدی خوان کے ایک لمحہ آپؐ کی نعت پڑھنے سے میری تیز رفتار اونٹنی اور زیادہ تیز اور ہوشیار ہو جاتی ہے۔ قلندر بوعلیؒ! عشق سے تیرے دامن میں سو چاک آگئے ہیں۔ کیسا عشق ہے تیرا، ہائے کیسا عشق ہے یہ!

خوف وغم سے آزاد بندے

تا چند کلیسا و کنشت و محراب
تا چند یہ واعظ کے جہنم کا عذاب
اے کاش جہاں پہ آج روشن ہوتی
استادِ ازل نے کل جو لکھی تھی کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" اور سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔" (آل عمران: ۱۰۳)

نوعِ آدم کب اختلافات چھوڑ کر توحید کے پلیٹ فارم پہ متحد ہوگی ـــ؟ اے کاش! ان لوگوں پر قدرت کے وہ راز کھل جاتے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں پر ظاہر فرما دیئے ہیں۔ ایسے بندے جن کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں ۔

"اور تمہارے پروردگار سے ذرّہ برابر کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے نہ زمین میں اور نہ آسمانوں میں اور نہ کوئی چیز چھوٹی ہے نہ بڑی مگر کتاب المبین میں ہے۔ سن رکھو! جو اللہ کے دوست ہیں، ان کو نہ خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔" (یونس: ۶۱۔۶۲)

یہ رباعی تشریح ہے کہ اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم۔ جب بندہ اللہ کا دوست بن جاتا ہے تو اس کے اندر یقین مستحکم ہوجاتا ہے اور جب بندہ اس راز سے واقف ہوتا ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی طرف لوٹ جائے گا تو وہ غیر جانبدار ہوکر ہر بات اللہ اور اللہ کے رسول خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی معرفت سوچتا ہے۔ وہ ہر نعمت کو استعمال کرتا ہے، شکر کرتا ہے لیکن زندگی کا حاصل نہیں سمجھتا۔ آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے جسم پر کپڑے نہیں ہوتے اور آدمی جب اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے تو اس وقت بھی اس کا تن کپڑوں سے آزاد ہوتا ہے۔ دنیا میں ننگا آتا ہے، دوسرے آدمی تن ڈھانپتے ہیں اور جب دنیا سے جاتا ہے تو دوسرے آدمی کفن پہناتے ہیں۔ خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے۔

آج کی بات

("آج کی بات" کی تحریر بزرگوں اور اساتذہ کرام کو پڑھ کر سنائیے)

زندگی اطلاع ہے۔ اطلاع کا آغاز کُن سے ہوا اور کُن کا سورس خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے جو ظاہر ہوا تو کائنات بن گیا۔ ازل سے ابد تک جو کچھ ہو رہا ہے، ہو چکا ہے اور ہو گا، اس کی حیثیت ریکارڈ شدہ اطلاع کی ہے۔ ریکارڈ کو پڑھنے کی ایک طرز میں زمان غالب ہے اور دوسری طرز میں مکان کا غلبہ ہے۔ زمان میں اطلاع مطلق حیثیت میں ہے جب کہ مکان میں اسے ٹکڑوں (space) میں پڑھا جاتا ہے۔ ان ٹکڑوں کا نام واہمہ، خیال، تصور، احساس اور مظاہرہ ہے۔

واہمہ + خیال + تصور + احساس + مظاہرہ = اطلاع

Wahima Khayal Tasawwur Ehsaas Muzahira = Ittila

اطلاع کا مادہ (root word) —"طلع" ہے جس کے معنی طلوع ہونا ہے۔ اطلاع روشنی ہے اور روشنی مختلف مقداروں کا مجموعہ ہے۔ ہر دو مقدار کے درمیان فاصلہ ہے۔ سورج غروب ہوتا ہے تو روشن لہروں کے درمیان فاصلہ سمٹ جاتا ہے۔ ہم فاصلے کے بغیر کسی چیز کو نہیں دیکھتے اس لئے روشنی نظر نہیں آتی — ہم کہتے ہیں کہ اندھیرا ہو گیا۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو روشنی میں مغلوب فاصلہ غالب ہونے سے کرنیں طول و عرض میں پھیل جاتی ہیں — کہا جاتا ہے کہ روشنی کا مظاہرہ ہو گیا۔

طلوع ہونے سے مراد اسپیس کا پھیلنا ہے۔ چوں کہ اطلاع لاشعور سے آتی ہے لہٰذا لاشعور کے شعور پر ظاہر ہونے کو اطلاع کہتے ہیں۔

لاشعور میں اطلاع ایک حالت میں ہے۔ جب یہ شعور میں داخل ہوتی ہے تو آدمی اسے ٹکڑوں یعنی بدلتی ہوئی حالتوں میں دیکھتا ہے جس سے نگاہ میں الوژن شامل ہو جاتا ہے۔

آپ نے منشور (prism) دیکھا ہے۔ سفید روشنی اس میں سے گزر کر رنگوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ کچھ رنگ ہمیں نظر آتے ہیں اور بہت سے اوجھل رہتے ہیں۔ سارے رنگ روشنی میں موجود ہیں اور ہر دو رنگوں میں فاصلہ ہے۔ جب تک روشنی پرزم سے نہیں ٹکراتی، ایک حالت میں رہتی ہے۔ پرزم سے ٹکراتے ہی مغلوب فاصلے نمایاں ہو جاتے ہیں جس سے قسم قسم کے رنگ ظاہر ہوتے ہیں اور روشنی چھپ جاتی ہے۔

دماغ پرزم کی مانند ہے۔ لاشعور سے آنے والی اطلاع (روشنی) ایک ہے۔ جب روشنی کو دیکھنے کی صلاحیت بیدار نہیں ہوتی تو روشنی آدمی کی بصری صلاحیت کے مطابق درجہ بہ درجہ مغلوب ہو کر رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے یہاں تک کہ روشنی چھپ جاتی ہے اور رنگ گہرے ہو جاتے ہیں۔ آدمی رنگوں سے بنی تصویر دیکھ کر اس درجے کو مظاہرے کا نام دیتا ہے۔ درحقیقت اطلاع کے تنزل کا یہ آخری درجہ اسفل سافلین کا مقام ہے۔

دوبارہ سمجھئے — اطلاع اپنے مقام سے نزول کرتی ہے تو پہلا مظاہرہ واہمہ ہے۔ دماغ پر بہت ہلکا دباؤ پڑتا ہے جسے آدمی محسوس نہیں کرتا۔ واہمہ تجلّی کا زون ہے اور اُس مقام سے قریب ترین ہے جہاں اطلاع ریکارڈ ہے۔ آدمی کو تجلّی کا ادراک نہیں اس لئے اطلاع مزید نزول کر کے خیال کے درجے میں آتی ہے۔ یہ نور کا زون ہے۔ توجہ طلب ہے کہ آدمی خیال کو لطیف جھماکے کی طرح نہایت کم وقت کے لئے محسوس کرتا ہے لیکن دیکھتا نہیں۔ وہ خیال کو تصور کے درجے میں دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ابھی مظاہرہ نہیں ہوا۔ تصور میں رنگ گہرے ہونے سے خدوخال واضح ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ اطلاع کا مظاہرہ ہو گیا۔ اطلاع کے نزولی درجے دراصل دباؤ میں اضافے کے مراحل ہیں۔ فکر طلب ہے کہ جب تک شے میں پوری طرح ثقل ظاہر نہیں ہو جاتا اور روشنی چھپ نہیں جاتی، آدمی

سمجھتا ہے کہ اطلاع کا مظاہرہ نہیں ہوا حالاں کہ اطلاع کا مظاہرہ اس مقام پر ہو چکا ہے جس لمحے وہ source سے نکلی ہے۔

نگاہ کی سائنس اس ایکویشن اور فریکوئنسی پر قائم ہے کہ فرد اطلاع کو کس درجے میں دیکھتا ہے۔ ذہن واہمہ کی فریکوئنسی پر قائم ہے تو اطلاع مزید نزول نہیں کرتی، واہمہ کا مقام فرد کے لئے مظاہرہ بن جاتا ہے۔ اور جو فرد آخری درجے میں اطلاع کو دیکھتا ہے کہ جب روشنی کا نام و نشان نظر نہیں آتا تو اس کی اور کثیف رنگوں کی فریکوئنسی ایک ہے۔ ایسے خواتین و حضرات موجود ہیں جو اطلاع کو اس مقام پر دیکھ لیتے ہیں جہاں وہ ریکارڈ ہے۔

• • ———————— • •

خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ اطلاع کو ٹکڑوں میں دیکھنے کی بجائے اس مقام کا مشاہدہ کر لیں جہاں یہ ریکارڈ ہے یا اس حالت میں دیکھ لیں جب اطلاع لاشعور سے قریب ترین حالت میں ہو۔ اطلاع کو مطلق حالت میں دیکھنے کے لئے درکار حواس کو آخری آسمانی کتاب قرآن کریم نے لیل فرمایا ہے اور جو حواس اسے اسپیس در اسپیس تقسیم دکھاتے ہیں، ان کا نام نہار ہے۔ آسمانی کتابوں میں لیل و نہار کے حواس کا تعارف ہے۔ لیل کے حواس کے کئی مدارج ہیں جن میں سے ایک شبِ قدر ہے۔ رب العالمین اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

> "بے شک ہم نے اس قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تم کیا جانو کہ شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے زیادہ افضل ہے۔ فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ سلامتی ہے یہ رات طلوعِ فجر تک۔" (القدر : ۱۔۵)

ماہِ رمضان کی مبارک ساعتوں میں شبِ قدر، رات کے حواس کا ایک ایسا یونٹ ہے جس کی توانائی ایک ہزار دن اور ایک ہزار راتوں سے زیادہ ہے۔ ایک مہینے میں اوسطاً 30

دن اور 30 راتیں ہوتی ہیں۔ ایک ہزار مہینے میں 30 ہزار دن اور 30 ہزار راتیں ہیں۔ شبِ قدر کے حواس میں داخل ہونے والے روزہ دار کے حواس کی رفتار 60 ہزار گنا سے زیادہ ہوجاتی ہے۔ رفتار تیز ہونے سے ڈائی مینشن اوجھل ہوتے ہیں اور وہ مقامات نگاہ کے سامنے آجاتے ہیں جو غیب کی دنیا سے متعلق ہیں،

فرشتوں سے مصافحہ ہوتا ہے ◬
◬
جبرئیل امینؑ سے ملاقات ہوتی ہے ◬
◬
اور نصیب یاوری کرے تو تجلّی کا دیدار ہوتا ہے ◬

اللہ تعالیٰ نے شبِ قدر کے حواس کو طلوعِ فجر تک سلامتی فرمایا ہے۔ سلامتی میں رہنا زمانیت کا زون ہے اور زمانیت اللہ کا قرب ہے۔ طلوعِ فجر سے مراد مکانیت ہے اور مکانیت اسپیس کی تقسیم ہے۔ جب تک فرد شبِ قدر کے حواس میں رہتا ہے، وہ سلامتی میں ہے، فریبِ نظر سے دور اور شک سے محفوظ ہے۔ شبِ قدر کے حواس میں فرد لاشعور سے آنے والی اطلاع کو اس حالت میں قبول کرتا ہے جس میں اللہ چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ـــ روزہ میرے لئے ہے اور روزے کی جزا میں خود ہوں۔

ظاہری و باطنی آداب پر عمل کرتے ہوئے روزہ رکھنے سے وہ صلاحیتیں روشن ہوتی ہیں جن کی بنا پر فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا۔ عاشقِ رسولؐ ـــ حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے،

کمالِ ترک نہیں آب و گل سے مہجوری کمالِ ترک ہے تسخیرِ خاکی و نوری

رمضان کریم کی سعید ساعتیں مبارک ہوں۔

اللہ حافظ

خواجہ شمس الدین عظیمی

نوٹ: یکسو ہوکر "آج کی بات" پڑھئے اور جو رموز ظاہر ہوں، ادارہ کو لکھ کر بھیج دیجئے۔

فقیر کی ڈاک

تفکر — ذہن کی دنیا میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ تفکر سے خیال کی گہرائیاں روشن ہوتی ہیں۔ گہرائی میں تخلیقی رموز کے خزینے ہیں جن تک رسائی — عرفانِ نفس اور معرفتِ الٰہی ہے۔ "فقیر کی ڈاک" اذہان کی آبیاری ہے جس میں مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب شعور کے تانے بانے کو لاشعور سے جوڑ دیتے ہیں۔

محترم عظیمی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

غیب سے متعارف ہونے کا ایک ذریعہ خواب ہے۔ ہم روز رات کو خواب دیکھتے ہیں۔ عموماً ہمارے خواب گنجلک* اور پیچیدہ ہوتے ہیں۔ علمِ روحانیت کی رُو سے غیب کی دنیا حقیقی اور مادی دنیا فکشن ہے پھر پیچیدہ خواب کو کیا کہیں گے؟ ایسے خوابوں کی صورت میں غیب کی دنیا کو حقیقی کیسے سمجھیں اور اسے بیداری سے زیادہ اہمیت کیسے دیں؟

شکریہ، ممتاز الاسلام (ملتان)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ،

صرف خواب کے بارے میں یہ بات درست نہیں ہے کہ آدمی اسے صحیح دیکھتا ہے یا گنجلک و پیچیدہ — وہ اس دنیا یا بیداری کی زندگی کو بھی پیچیدہ یا پھر صحیح دیکھتا ہے۔ ایک آدمی جس کے اندر غم، پریشانی اور بغض و عناد ہے، دوسروں کو تکلیف پہنچانے کے جذبات زیادہ ہیں، وہ دوسرے آدمی کو بھی اسی نظر سے دیکھتا ہے۔ اگر آدمی بے یقین ہے تو وہ ہر آدمی کو بے یقین دیکھتا ہے۔ لیکن دوسرا آدمی* جس کے اندر یقین کا پیٹرن بن گیا ہے اور اس کو اپنی ذات کے بارے میں یہ ادراک ہو گیا

---

* گنجلک (الجھے ہوئے خیالات) * آدمی (انسان)

ہے کہ میں خوش ہوں، اس دنیا میں میرا وجود عارضی ہے اور یہاں رہنے کے بعد بہر حال یہاں سے مجھے جانا ہے (نہیں معلوم کہاں جانا ہے) تو اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔

یہی صورت خواب کی ہے۔ ہم جو خواب دیکھتے ہیں، اس کی نوعیت دو ہیں۔

△ رویائے کاذبہ — وہ خواب جن کو ہم فکشن حواس سے دیکھتے ہیں۔

● رویائے صادقہ — وہ خواب جن میں فکشن شامل نہیں ہوتا۔

خواب reality کی دنیا ہے، اس کو فکشن حواس سے دیکھنے کی وجہ سے ہم اس میں غلط معنی پہنا دیتے ہیں اور خواب الجھا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر ہم بیداری کی زندگی میں اپنے اندر کام کرنے والی اس ایجنسی سے مدد لیں جو حقیقت کو حقیقت دکھاتی ہے تو خواب الجھے ہوئے نظر نہیں آتے۔ جو خواب نظر آتے ہیں، ان میں مستقبل کی نشاندہی ہوتی ہے اور یہ ہمارے لئے ہدایت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ بیداری میں جو طرز فکر غالب ہوتی ہے، وہی طرز نیند کی دنیا میں آدمی کی فکر پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اگر ہمارے اندر reality کا خانہ نہیں بنا، اپنے اندر حقیقت پرکھنے والی شے سے ہم واقف نہیں ہوئے تو ہم خواب دیکھیں یا بیدار ہوں، اس میں reality نہیں ہوگی۔ بات صرف زاویۂ نگاہ کی ہے۔ ایک آدمی سرخ رنگ کا چشمہ لگاتا ہے، اس کو ہر چیز سرخ نظر آتی ہے حالاں کہ وہ چیز سرخ نہیں ہوتی۔ دوسرا آدمی نیلے رنگ کا چشمہ لگاتا ہے۔ دونوں آدمی قریب کھڑے ہیں۔ ایک آدمی ہر شے سرخ دیکھ رہا ہے۔ دوسرا آدمی ہر شے نیلی دیکھ رہا ہے۔ ان کے دیکھنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ چیز نیلی یا سرخ ہے۔ اس شے کی جو اپنی حیثیت ہے، وہ برقرار رہے گی۔

جیسا کہ چار اندھوں اور ہاتھی کا قصہ ہے کہ جس کو جو محسوس ہوا، اس نے وہی کچھ ہاتھی کے بارے میں بتایا۔ چوں کہ ان کے اندر دیکھنے والی نظر کام نہیں کر رہی تھی تو چاروں آدمیوں نے ہر چیز نئی لیکن غلط بتائی۔ اس کے برعکس اگر کوئی آنکھوں والا آدمی وہاں کھڑا ہو تو اسے ہاتھ پھیرے بغیر اس بات کا علم ہے کہ یہ ہاتھی ہے۔

رویائے کاذبہ کی وجہ یہ ہے کہ ہم جس ذہن سے معانی پہنا رہے ہیں، وہ الجھا ہوا اور حقیقت سے

دور ہے۔ اب چوں کہ معنی پہنانے والا ذہن فکشن کے زیر اثر ہے، خواب الجھے ہوئے نظر آئیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ خواب کی تعبیر ہر آدمی نہیں دے سکتا۔ خواب پیغمبران کرام علیہم السلام کا علم ہے۔ اس کی درست تعبیر وہی بتا سکتا ہے جسے انبیائے کرام علیہم السلام اور خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی نسبت حاصل ہو۔ قرآن کریم میں خواب کے علم کا ذکر ہے،

> "اس نے جا کر کہا، یوسفؑ! اے سراپا راستی! مجھے اس خواب کا مطلب بتا کہ سات موٹی گائیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہیں اور سات سوکھی تا کہ میں ان لوگوں کے پاس جاؤں اور وہ جان لیں۔ یوسفؑ نے کہا، سات برس تک لگاتار تم لوگ کھیتی باڑی کروگے۔ اس دوران میں جو فصلیں تم کاٹو، ان میں سے تھوڑا حصہ جو تمہاری خوراک کے کام آئے، نکالو اور باقی کو اس کی بالوں (بالیں) میں رہنے دو۔ پھر سات برس بہت سخت آئیں گے۔ اس زمانے میں وہ سب غلّہ کھالیا جائے گا جو تم اس وقت کے لئے جمع کروگے۔ اگر کچھ بچے گا تو وہی جو تم نے محفوظ کیا ہوگا۔ اس کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں بارانِ رحمت سے لوگوں کی فریاد رسی کی جائے گی اور وہ رس نچوڑیں گے۔" (یوسف: ۴۶-۴۹)

خواب کی تعبیر بتانے والا سب سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ خواب دیکھنے والے بندے کا ذہن کتنا شفاف یا کتنا دھندلا ہے، کتنی تاریکی اور کثافتوں کی تہیں اس پر ہیں۔

جو لوگ ریاضتوں، مجاہدے، مراقبے اور مشقوں سے ذہنی صلاحیتوں کو صیقل کر لیتے ہیں، خواب ان کے لئے رہنمائی اور بشارت بن جاتے ہیں۔ وہ خواب میں مستقبل کے اشارے دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، سمجھتے ہیں اور لوگوں کو مشورے دیتے ہیں۔ دوسری طرف خواب اس لئے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ آدمی جس ذہن سے دیکھ رہا ہے، وہ ذہن reality سے واقف نہیں۔

دعاگو، عظیمی

نامے میرے نام

"ماہنامہ قلندر شعور" نے قارئین خواتین وحضرات کو رسالے کے پلیٹ فارم سے تفکر کی دعوت دی ہے۔ رابطے کے قدیم و جدید وسائل کے ذریعے موصول ہونے والے خطوط شائع کئے جارہے ہیں۔ ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" کا قارئین کے تفکر سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

فروری 2023ء کے "آج کی بات" پر موصول تفکر نامے میں سے منتخب خطوط:

◆ حبیبہ قریشی (آسٹریلیا): "آج کی بات" بند ذہن کھولنے کے لئے دستک ہے۔ پہلے پیراگراف میں لکھا ہے کہ "زندگی غیب ہو جاتی ہے مگر غائب نہیں ہوتی کہ کائنات میں ہر غیب ظاہر ہے"۔ توجہ اس سطر پر ٹھہر گئی کہ کیا غیب اور غائب ایک نہیں؟ سمجھ میں یہ آیا کہ زندگی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے لیکن موجود رہتی ہے۔ یہاں غیب کو ظاہر دیکھنے کا قانون بیان ہوا ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اسی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ اندھا اور بینا برابر نہیں۔

◆ ناصر فاروق (کراچی): آسان الفاظ میں ایک خوب صورت نکتہ پڑھا کہ وقت جب تک اسپیس پر سے نہیں گزرتا، ناقابلِ تذکرہ ہے۔ وقت جس اسپیس پر سے گزرتا ہے، اس اسپیس کا معین وقت بن جاتا ہے۔ اسپیس سے گزر کر وقت دوبارہ ناقابلِ تذکرہ ہو جاتا ہے — عدم میں چلا جاتا ہے۔

◆ ذہین عارف (ابوظہبی): "آج کی بات" میں ٹائم اسپیس کی تعریف اور ان کی نفی اثبات کے فارمولے ہیں۔ وقت حرکت ہے اور حرکت کی معین مقدار اسپیس ہے۔ جب تک مقرر وقت پورا نہیں ہوتا، اسپیس قائم رہتی ہے کیوں کہ وقت کے مظاہرے کا نام اسپیس ہے۔

◆ فوزیہ سکندر (لاہور): ہم قرآن کریم کی آیات سرسری طور پر پڑھتے ہیں جب کہ یہاں آیات میں ہر لفظ کھول کر بیان کیا گیا ہے کہ کائنات کی تخلیق اور اس سے پہلے کی اسپیس، دھر ناقابلِ تذکرہ

جب کہ نطفہ امشاج قابلِ تذکرہ اسپیس ہے، آدمی (جسم) کی تخلیق کس matter سے ہوئی، آدمی کی اصل "انسان" کیا ہے، سماعت اور بصارت کیسے ایکٹو ہوتی ہے اور اصل سے واقف ہونے کے لئے شکر گزاری کی کیا اہمیت ہے۔ یہ انکشافات فروری 2023ء کے اداریے میں لکھے ہیں۔

◆ وحیدہ شاہ (پشاور): اللہ نے لاشمار وسائل عطا کئے ہیں۔ گننا شروع کریں تو فہرست ختم نہیں ہوتی۔ ان نعمتوں پر شکر کتنا ہے؟ کوئی مدد کرتا ہے تو شکریہ کہتے ہوئے زبان نہیں تھکتی مگر اللہ جو ہمارا خالق، مالک، رازق اور کفیل ہے، عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ کا شکر ادا کرنا یاد نہیں رہتا۔ شکر گزاری سے وہ طرز بیدار ہوتی ہے جس سے الوژن کا پردہ ہٹتا ہے اور زمان و مکان کی طرزیں منکشف ہوتی ہیں۔

◆ دانش نجیب (واہ کینٹ): زبانی کلامی شکر سے شکر کی تعریف مکمل نہیں ہوتی۔ مخلوق جن نعمتوں سے مستفیض ہوتی ہے، ان پر غور کرے کہ یہ کہاں سے آتی ہیں، کہاں جاتی ہیں، کیسے بنتی ہیں اور ان میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں۔ اللہ کی چاہت کو پورا کرنا، اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے،

"اے آلِ داؤد! عمل کرو شکر کے طریقے پر، میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہیں۔" (سبا: ۱۳)

◆ ڈاکٹر نورین قاضی (حیدر آباد): زمین پر مخلوقات کا جسم نطفے، کھنکھناتی بجتی مٹی، کیچڑ اور سوکھے گارے سے بنا ہے۔ ان سب چیزوں میں تغیر ہے۔ زندگی کے تسلسل اور افزائشِ نسل کے لئے وہ لباس ضروری ہے جس میں تغیر ہو ورنہ پیدائش اور موت ناقابلِ تذکرہ ہو جائے گی۔ اللہ نے پیدائش اور موت کا نظام جاری رکھنے کے لئے مخلوق کا جسم ان چیزوں سے بنایا ہے جن میں تغیر ہے۔ "بجنی کھنکھناتی مٹی" کے الفاظ میں خلا کی نشاندہی ہے۔

◆ عدنان نذیر (اٹک): غیب ظاہر غیب، موجود لاموجود اور شعور لاشعور میں نفی اثبات کا لامحدود علم پنہاں ہے جس کو حاصل کرنا نوعِ آدم کی افضلیت ہے۔ خالقِ کائنات اللہ نے آدم میں اپنی روح پھونکی جس کے ساتھ کائنات کا علم اسے منتقل ہوا۔ لازمانیت سے زمانیت کا ظاہر ہونا علم ہے جسے حاصل کرنے سے لاشعور، شعور بن جاتا ہے۔

◆ لاریب غفار (کراچی): انسان جب ناقابلِ تذکرہ تھا، تب بھی موجود تھا پھر "ہم نے اسے مخلوط نطفے سے پیدا کیا۔" سے کیا مراد ہے؟ لکھا ہے کہ "وسائل اور نعمتوں پر غور و فکر کے ساتھ اللہ کا شکر ادا

کرنے والا بندہ اس اسپیس میں داخل ہو سکتا ہے جسے اللہ نے دھر فرمایا۔ دھر نا قابلِ تذکرہ اسپیس ہے تو ہمیں ایسی اسپیس سے کیوں واقف ہونا ہے جو نا قابلِ تذکرہ ہے؟ سورۃ الدّھر میں رنگ اور زوجین کے قانون کی نشاندہی نہیں کر سکی۔ راہ نمائی کی درخواست ہے۔

● اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کر دیا، ہے کوئی سمجھنے والا۔" (القمر: ۱۷)
اس آیت کی تفہیم میں آپ کے سوال کا جواب موجود ہے۔ (ادارہ)

◆ فرقان (ساہیوال): "جو چیز اندر سے خالی ہو، بجتی ہے" کے الفاظ آدمی اور آدمی کی طرح ہر تخلیق کی تعریف اور تشریح ہیں۔ آدمی اندر سے خالی لباس ہے۔ جب بانسری کی طرح آدمی کے خول میں سانس پھونکی جاتی ہے تو جیسے بانسری سے سُر نکلتے ہیں، بانسری بجتی ہے، اسی طرح آدمی بھی کھلونا یا سازینہ ہے جو بجتا ہے۔ مجھے بانسری پسند ہے اور اکثر بجاتا ہوں اس لئے بانسری اور آدمی کا موازنہ کیا۔

◆ گوہر نایاب (اسلام آباد): ہر چیز خول ہے۔ اس نظر سے خود کو دیکھتی ہوں تو دانائی گم ہو جاتی ہے۔

فروری 2023ء کے مضامین پر قارئین کی آرا اور تبصرے:

◆ عذرا کاشف (لاہور): ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" کو دس سال مکمل ہونے پر ڈھیروں مبارک باد۔ رسالے کے منتظمین اور مضمون نگاروں نے وقت دے کر قارئین کے دل و دماغ اور فکر کو سیراب کیا، تشنہ ذہنوں کی پیاس بجھائی، بجھائی نہیں — بڑھائی، الہامی کتابوں میں تفکر کے حکم پر عمل کر کے ہمارے لئے ہار میں پروئے ہوئے موتیوں کی طرح مضامین لکھے اور جانفشانی سے رسالے میں خوب صورت رنگ بھرے۔ یہ وہ رنگ ہیں جو زمین سے ماورا رنگوں کو دیکھنا سکھاتے ہیں۔ "آج کی بات" کے پہلے حصے کو کتابی صورت میں شائع کرنے پر آپ کا شکریہ۔

◆ سمیعہ رضوان (کراچی): ابدالِ حق قلندر باباؒ کے عرس پر "آج کی بات" کے شائع شدہ کالم کتابی شکل میں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ ہمیں اس کا بہت انتظار تھا۔ کتاب کا دوسرا حصہ کب شائع ہو گا؟

● قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

◆ مغیث علی (کوئٹہ): فروری 2023ء کے تمام مضامین بہت اچھے تھے۔ "ماہنامہ قلندر شعور" کے

مضامین ایک مرتبہ پڑھ لینا کافی نہیں ہوتا۔ بار بار پڑھنے سے بات کھلتی ہے۔

◆ جویریہ یاسین (فیصل آباد): مضمون "وقت میں سفر" میں دیئے گئے سوالات کے جوابات یہ ہیں۔ ① تقسیم شدہ شے کی رفتار کے فارمولے بدل جاتے ہیں۔ ② چاند، سورج، دن اور رات کے اپنے اپنے فلک میں تیرنے سے مراد یہ ہے کہ جو نظام الاوقات اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے، وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ ③ جنات کی دنیا کا نظام الگ ہے، انسانوں، فرشتوں اور ستاروں کے جہاں کا نظام الگ ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جن نظاموں میں وقت کی رفتار تیز ہے، ان نظاموں کے ذریعے مادی دنیا کے نظام الاوقات متعین ہوں؟ ④ علمِ رُویا جاننے والا لاشعوری علم کے تحت خواب کی تعبیر بتاتا ہے۔ وہ علم الاسماء حاصل کر کے وقت میں تصرف کر سکتا ہے۔ ⑤ اجرامِ فلکی کی روشنی سے استفادہ کرنے والے اجسامِ ارضی کا جما ہوا نظر آنا Rest and Motion کے قانون کے تحت ہے۔

● کیا قارئین ان جوابات سے متفق ہیں؟ (ادارہ)

◆ سید سلمان سلطان (کینیڈا): جنوری 2023ء میں بین الاقوامی ورکشاپ "صبغۃ اللہ" کے عنوان سے ہوئی۔ قرآن کریم میں صبغۃ اللہ کا ذکر ہے۔ ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ کتاب "لوح و قلم" میں فرماتے ہیں، "ذاتِ باری تعالیٰ وراء الوراء بے رنگ ہے۔" سوال یہ ہے کہ پھر "صبغۃ اللہ" یعنی اللہ کے رنگ سے کیا مراد ہے؟ ● لغت میں وراء الوراء کا ترجمہ پڑھئے۔ (ادارہ)

◆ نوشین ناز (شہر یا ملک کا نام نہیں لکھا): عزازیل فرشتوں کا استاد تھا۔ اسے فرشتوں سے زیادہ علم حاصل تھا۔ سوال یہ ہے کہ وہ حد کیا ہے جس سے علم کی جگہ ذہن میں الوژن بھر جاتا ہے؟

● وہ حد نافرمانی کا سمبل ہے۔ اللہ کا عطا کیا گیا علم خیر پر مبنی ہے۔ اس میں کسی طرح سے شر کا عمل دخل نہیں۔ نافرمانی سے حقیقی علم پردے میں چلا گیا۔ حقیقی علم کو نہ دیکھنا الوژن ہے۔ (ادارہ)

★ —— ★ —— ★

آپ کا ہر دلعزیز رسالہ "ماہنامہ قلندر شعور" آن لائن مطالعے کے لئے دستیاب ہے۔ "ماہنامہ قلندر شعور" کے ڈیجیٹل ایڈیشن کی سبسکرپشن کے لئے ویب سائٹ پر موجود فارم پُر کیجئے۔ ہمارا ویب ایڈریس یہ ہے،

https://qalandarshaoormonthly.online/

بلال حسن

رات میں جب فضا ابر و غبار سے پاک ہوتی ہے اور زمین کی چھت چھوٹے بڑے ستاروں سے جگمگاتی ہے تو کوئی ہے جس کی نظر ایک بار طبیعی جمال کی طرف نہ اٹھتی ہو—؟

زمین سے لاکھوں میل دور مگر نگاہ سے قریب ستارے ہماری زمین کی طرح کرے ہیں۔ کچھ چھوٹے، اور بہت سے بڑے ہیں۔ ان میں نظامِ شمسی ہیں، آبادیاں ہیں، وسائل ہیں اور زندگی سانس لے رہی ہے۔ ہر سیارے اور ستارے کے گرد بہت سے ستارے اور کئی سیارے ہیں، ایک دنیا ہے جو کسی طرح شمار میں نہیں آتی۔ نہ ہماری ان تک رسائی ہوتی ہے نہ خبر ہے کہ ان دنیاؤں میں کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

"اور ہم نے آسمان کو بروج سے زینت بخشی دیکھنے والوں کے لئے اور چھپادیا اسے شیطان مردود سے۔" (الحجر: ۱۶۔۱۷)

زمین پر رنگ اشیا کی پہچان اور زینت ہیں مگر یہ ایک طرح کی دیوار اور پردہ بھی ہیں۔ آسمان کے رنگ بھی پردے کا کام انجام دیتے ہیں۔

زمینی اجسام دیکھتے ہوئے ہماری نگاہ رنگوں سے آر پار نہیں ہوتی— شے کی سطح پر رک جاتی ہے۔ اسی طرح اجرامِ فلکی کی چمک نظر کو خیرہ کر دیتی ہے، ایک حد سے آگے بڑھنے نہیں دیتی۔

تجربہ: سیب کو دیکھتے ہیں تو اندر گودا نظر نہیں آتا اور نہ بیج دکھائی دیتے ہیں، اسی طرز پر چاند کی سطح پر پارے کی چادر دیکھ کر نظر رک جاتی ہے۔ سرخ رنگ جسے ہم سیب کا تعارف سمجھتے ہیں، وہ اصل میں پردہ ہے جس نے سیب کے اندر کو ہم سے دور کر دیا ہے۔ چاند بھی چاندنی میں چھپ گیا ہے۔ اور کیا خبر کہ جسے ہم چاندنی دیکھ رہے ہیں، اس کی حقیقت کچھ اور ہو۔ چاند کو چاندنی یا سفید رنگ کی چادر میں دیکھنا بصری دھوکا (optical illusion) ہوسکتا ہے کیوں کہ وہ رنگ جن کو ہم نہیں دیکھتے، ان کی جگہ

★ طبیعی جمال (جھل مل کرتے ستاروں کی خوب صورتی)

ہمیں خلا یا دھند نظر آتی ہے جس کو سفید، سیاہ یا پھر نیلا سمجھ لیا جاتا ہے۔

★ ★ ★ ★

قرآن کریم میں بروج سے متعلق آیت پڑھ کر سوچ میں گم ہو جاتا ہوں کہ میرا شمار کس گروہ میں ہے—؟ جن کے لئے بروج کو زینت بنایا گیا ہے اور وہ اسے دیکھتے* ہیں یا وہ — جو بروج کی زینت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے؟

رات کو آسمان پر ستارے دیکھتا ہوں تو نگاہ واپس آجاتی ہے لیکن میں کوشش ترک نہیں کرتا۔ ستاروں کی ٹمٹماہٹ میں عجب کشش اور گریز ہے۔ جس ستارے پر نظر جماتا ہوں، توجہ اس کی کھل بند روشنی پر مرکوز ہو جاتی ہے جیسے میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہا ہو۔ بسا اوقات محسوس ہوتا ہے کہ ستارے کی روشنی کا پھیلنا اور سمٹنا کسی اہم شے سے توجہ ہٹانا یا اسے چھپانا ہے۔ شاید ستارہ جانتا ہے کہ میرا یعنی آدمی کا ذہن الوژن ہے اس لئے وہ مجھے اپنی جگمگاہٹ میں مشغول کر کے کھیل کود میں لگا دیتا ہے۔

مستقل مزاجی دیکھ کر ستارے کا رویہ تبدیل ہو رہا ہے۔ اب وہ مجھے راہ دکھاتا ہے کہ اگر تم روشنی کے پھیلنے اور سمٹنے کے درمیان وہ لمحہ دیکھ لو جب روشنی اندر کی طرف جاتی ہے اور اندر سے باہر آتی ہے تو نگاہ ستارے کے اندر داخل ہو سکتی ہے۔ ستارے نے اچھی راہ سجھائی ہے لیکن اس کے لئے روشنی کی رفتار سے مطابقت پیدا کرنی ہوگی اور اسی رفتار سے سفر کرنا ہوگا۔

★ ★ ★ ★

تحقیق و تلاش کہتی ہے کہ روشنی ایک لاکھ 86 ہزار دو سو 82 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔ حال یہ ہے کہ میں ایک گھنٹے میں تین میل چلتا ہوں اور بصری قوت کا یہ عالم ہے کہ سامنے بال یا کاغذ آجائے تو منظر چھپ جاتا ہے۔ خیال رہے کہ روشنی کی مذکورہ رفتار قیاس ہے۔

روشنی کی رفتار کی پہلی باضابطہ کوشش ڈنمارک کے ماہرِ فلکیات اولے رامر کی تسلیم کی جاتی ہے جو اس نے 17ویں صدی کے آخر میں کی۔ رامر نے سیارہ مشتری (Jupiter) کے چاند کی مدد سے بتایا کہ روشنی کی رفتار محدود ہے اور تقریباً دو لاکھ 20 ہزار کلومیٹر فی سیکنڈ (ایک لاکھ 36 ہزار سات سو ایک میل فی سیکنڈ) ہے۔ اس نے کہا کہ اگر روشنی کو زمین کے مدار (orbit) کی

---

* دیکھنے والے (جو جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں اور اس میں تفکر کرتے ہیں)

دوسری جانب بھیجا جائے تو 22 منٹ میں پہنچے گی۔ بعد ازاں متعدد محققین نے مختلف طریقوں سے روشنی کی رفتار کی پیمائش کی۔ آج خلا میں روشنی کی رفتار کے لئے قبول شدہ قدر تقریباً ایک لاکھ 86 ہزار دو سو 82 میل فی سیکنڈ بتائی جاتی ہے۔ یہ محقق اولے رامر کی بتائی ہوئی رفتار سے 26 فی صد زیادہ ہے۔

★ ★ ★ ★

قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ الہامی کتب میں روشنی کے نظام کی وضاحت ہے۔ اگر محققین الہامی کتابوں میں کائنات کی ساخت اور نظام پر نیوٹرل ذہن سے تفکر کریں تو روشنی کے ہر درجے کے عرفان سے ان پر یکے بعد دیگرے دنیائیں روشن ہو سکتی ہیں۔

"بے شک زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں اولی الالباب کے لئے نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں کہ پروردگار! یہ سب تو نے بے مقصد تخلیق نہیں کیا۔" (اٰلِ عمران: ۱۹۰۔۱۹۱)

آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں جس روشنی کا ذکر ہے، قرآن کریم نے اسے نور فرمایا ہے اور "نور علیٰ نور" فرما کر اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ نور کے درجات لامحدود ہیں۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں روشنی کی اقسام کا ذکر ہے اور سب کی رفتار الگ ہے۔

- روشنی کا ایک درجہ یہ ہے کہ ذہن کی رفتار ساٹھ ہزار گنا بڑھ جاتی ہے، غیب کی دنیا سامنے آتی ہے، انسان فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان سے مصافحہ کرتا ہے۔ یہ رفتار شبِ قدر کے حواس سے منسوب ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔
- ایک رفتار کُن فیکون ہے یعنی ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔
- رفتار کا ایک فارمولا خواب کی دنیا اور خیال کا نظام ہے۔
- رفتار کا ایک تعارف نور ہے۔
- ایک رفتار تجلی سے منسوب ہے۔
- رفتار کا ایک درجہ تدلیٰ ہے۔

قرآن کریم میں روشنی کے جتنے درجات اور مقامات بیان ہوئے ہیں، سب میں رفتار کا فارمولا ہے اور مقام کی رفتار الگ ہے۔

الحمدللہ رب العالمین۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔ ہزاروں عالمین ہیں۔ کتنے ہیں، آدمی نہیں جانتا۔ ہر عالم (دنیا) نور سے تخلیق ہے اور سب میں آواز اور روشنی کی رفتار مختلف ہے۔

فروری 2023ء کے "ماہنامہ قلندر شعور" میں "آج کی بات" پر غور و فکر سے انکشاف ہوا کہ قرآن کریم میں کائنات کی تخلیق سے پہلے کی رفتار کا بھی ذکر ہے جسے خالقِ کائنات اللہ نے "دھر" فرمایا ہے۔

"کیا انسان پر دھر (لامتناہی زمانہ) میں ایک وقت ایسا نہیں گزرا جب وہ ناقابلِ تذکرہ شے تھا؟" (الدھر: ۱)

باطنی علوم کے ماہرین فرماتے ہیں کہ دھر لازمانیت (timelessness) ہے۔

خالقِ کائنات اللہ نے ایک ایسی رفتار کا ذکر کیا ہے جو زمانیت یعنی کائنات میں رفتار کے تمام درجات اور فارمولوں سے زیادہ ہے۔ اس کی تفصیل قرآن کریم میں "نور علیٰ نور" کے الفاظ میں بھی ہے۔ اللہ کا علم لامحدود ہے۔ اس میں روشنی اور رفتار کی حد نہیں۔ حد نہ ہونا لازمانیت ہے — زمانیت ولازمانیت دونوں پر اللہ محیط ہے۔

خالقِ ارض وسماوات کا ارشاد ہے،

"نور پر نور۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے، راہ نمائی فرماتا ہے۔ وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔" (النور: ۳۵)

★ ★ ★ ★

قدرت نے ستارے کے ذریعے مجھے راستہ دکھایا تو ذہن روشنی کے سفر پر چل پڑا اور وہ تمام روشن درجات حافظے میں آئے جن کے بارے میں قرآن کریم میں پڑھا ہے۔

ستارے کے اندر روشنی جانے اور اندر میں دنیا کو روشن کرنے کے بعد باہر آنے کی حکمت یہ سمجھ میں آئی کہ ستارے کی روشنی اپنی نہیں، کہیں سے آتی ہے اور کہیں چلی جاتی ہے۔ روشنی جہاں سے آتی ہے، وہ مقام اور روشنی کا سفر نظر نہیں آیا۔ روشنی مجھے تب نظر آئی جب ستارے کی سطح پر رنگوں میں بکھر گئی۔

سیارہ زمین کی طرح ستارہ بھی اسکرین ہے جس میں کہیں سے روشنی آتی ہے اور مظاہرہ کرکے چلی جاتی ہے۔ کہاں جاتی ہے؟ بات پھر روشنی پر آجاتی ہے۔

روشنی آنے اور جانے، دیکھنے اور دکھانے کا

میڈیم ہے۔ جب تک روشنی کا علم حاصل نہیں ہوتا، روشنی کی رفتار سے واقفیت نہیں ہوتی۔

قرآن کریم میں ہے،

"اور اسی طرح ہم نے اپنی طرف سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے۔ تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے مگر اس روح کو ہم نے نور بنادیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ بے شک تم صراطِ مستقیم کی طرف راہ نمائی کر رہے ہو۔"

(الشوریٰ : ۵۲)

اللہ تعالیٰ نے روح کو اپنا امر فرمایا ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور نشانیوں میں تفکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا امر "نور" راہ نمائی کرتا ہے جس سے فرد پر بروج کی زینت کا انکشاف ہوتا ہے، کائنات کے وہ گوشے جن سے وہ بے خبر ہے، اس کے لئے روشن ہوجاتے ہیں اور وہ شیطان مردود کی صف میں داخل ہونے سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

ہمارے اندر بروج یعنی کہکشانی نظاموں میں موجود دنیاؤں سے واقفیت کا علم ہے۔

"کیا تم لوگ دیکھتے نہیں کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخر کر رکھی ہیں۔" (لقمٰن : ۲۰)

دعا ہے کہ ہم ستاروں کو دیکھنے کے لئے متوجہ ہوں تاکہ شیطان مردود سے محفوظ رہیں۔

- ماہرینِ فلکیات اور سائنس دان اس مضمون پر تبصرہ فرمائیں۔ (ادارہ)

★ ★ ★ ★

ہم روشنی پڑھتے ہیں

جب ہماری نظر کسی کتاب کے الفاظ پر پڑتی ہے تو گویا روشنی پر پڑتی ہے کیوں کہ ہم روشنی کے علاوہ کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتے۔ جب ہم کتاب پڑھتے ہیں تو روشنی پڑھتے ہیں اور جو کچھ سمجھتے ہیں، روشنی سمجھتے ہیں کیوں کہ جب ہم روشنی پڑھیں گے تو روشنی سمجھیں گے۔ اور جو کچھ ہم سمجھ رہے ہیں، وہ محض اطلاع ہے۔ اب کہنا پڑے گا کہ روشنی اور اطلاع ایک ہی چیز ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اطلاع کا محلِ وقوع کیا ہے۔ اگر ہم محلِ وقوع کا پتہ چلاسکیں تو زمان و مکان (Time and Space) کو سمجھ لیں گے۔ (کتاب: لوح و قلم)

زیرِ سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری

برائے خواتین

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور ـــــ روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طالبات وطلبہ کے لئے عظیمی صاحب کی کُتب اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

مکان نمبر 65 بلاک A-2، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی

نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

حامد ابراہیم

بے جان وجود

بچے کیچڑ سے بچنے کے لئے کھیتوں کے درمیان سے گزرنے والی تنگ لیکن پختہ سڑک پر آجاتے ہیں۔ ان میں سے ایک کی نظر کسی چیز پر ٹھہر جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر دوسرے بچے بھی اس جانب دیکھتے ہیں— سامنے عجیب و غریب منظر ہے۔

آسمان سے مینہ برسنے، اس سے مردہ زمین کو زندہ کرنے، اس میں ہر طرح کے پھل، نباتات اور میوے اگانے کا ذکر قرآن کریم کی بہت سی آیات میں ہے۔ ان آیات کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ بارش سے بے جان وجود میں زندگی جنم لیتی ہے اور زمین پر رنگوں کی بہار آجاتی ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے؟

کسان اور ماہرِ نباتات جانتے ہیں کہ بنجر زمین آباد کرنا مشکل اور بعض اوقات ناممکن ہے۔ کوئی نقشہ دیکھئے جس میں سرسبز اور بنجر زمین کی نشاندہی ہو۔ نقشے میں زرخیز علاقے گہرے ہلکے سبز اور بنجر علاقے زرد نظر آتے ہیں۔

ماہرینِ ارضیات کے مطابق زمین کے رقبے کا تقریباً 33 فی صد حصہ بنجر ہے۔

سعودی عرب کے صحراؤں میں سے ایک صحرا ربع الخالی، افریقا کا صحارا، چین کا صحرائے گوبی اور جنوبی امریکا کا ایٹاکاما ریت کے ٹیلوں سے بھرے وسیع ریگستان ہیں۔ نیم صحرائی، بنجر اور پتھریلے علاقے ان کے علاوہ ہیں۔

یہ وسیع و عریض علاقے "صحرا" کیوں ہیں؟

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہاں بارش نہیں ہوتی یا نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے یعنی بارش کے بغیر زمین بے جان وجود ہے۔

"اور وہ اللہ ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوش خبری لئے ہوئے بھیجتا ہے، پھر جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھاتی ہیں تو انہیں کسی مردہ زمین کی طرف حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ برسا کر طرح طرح کے

نیم

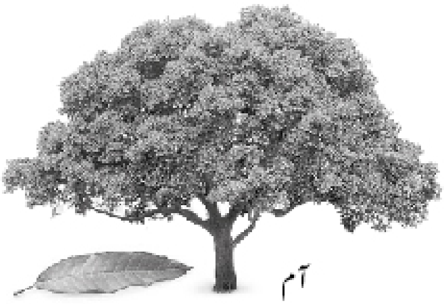

آم

پھل نکالتا ہے۔ دیکھو! اس طرح ہم مردوں کو حالتِ موت سے نکالتے ہیں تاکہ تم اس مشاہدے سے سبق لو۔" (الاعراف: ۵۷)

بارش سے متعلق قرآنی آیات میں زمین کی سیرابی کے ایسے پہلو بیان ہوئے ہیں جن میں تخلیقی فارمولے تلاش کئے جاتے ہیں۔

"اور دیکھو! زمین میں الگ الگ قطعات ہیں جو ایک دوسرے سے متصل ہیں اور انگور کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں کچھ ایک تنے کے ہیں اور کچھ زیادہ تنے کے ہیں۔ سب کو ایک پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اور ہم بعض کو بعض پر کھانے کے معیار کے اعتبار سے فضیلت دیتے ہیں۔ بے شک ان آیات میں اولی الالباب کے لئے نشانیاں ہیں۔" (الرّعد: ۴)

مثالوں سے سمجھئے۔

(۱) نیم اور آم کے درخت ایک دوسرے سے چند فٹ کے فاصلے پر ہیں، بارش دونوں پر یکساں برستی ہے، کاشت کار ایک ہے جو ان کو ایک کنوئیں کے پانی سے سیراب کرتا ہے۔ زمین اور مٹی دونوں کے لئے ایک ہے لیکن نیم کا پھل سخت کڑوا ہے اور آم ذائقے اور مٹھاس میں بادشاہ ہے۔ نیم کے درخت اور پھل میں کیمیائی مادے اور رطوبات، آم کے درخت سے مختلف ہیں۔ پتّے، قد کاٹھ اور شکل منفرد ہے۔

(۲) بے آب وگیاہ صحرا ہے۔ ریت کے بڑے چھوٹے — چھوٹے بڑے ٹیلے ہیں اور سبزے کا نام و نشان نہیں۔ شمال سے سیاہ بادل نمودار ہوتے ہیں اور صحرا کے بڑے حصے کو سیراب کرتے ہیں۔ صحرا چند روز میں سینکڑوں اقسام کی

نباتات سے بھر جاتا ہے جن پر مختلف رنگوں کے پھول کھلتے ہیں اور پھولوں کی پتیوں میں ریت چھپ جاتی ہے۔ یہ کوئی افسانہ نہیں، صحراؤں میں ظاہر ہونے والا قدرتی عجوبہ اور غور و فکر کے لئے نشانی ہے۔ ریگستان کے گلستان میں ڈھلنے کو desert bloom کہا جاتا ہے۔ سیاح یہ نظارہ دیکھنے دور دور سے آتے ہیں۔ تھوڑی مدت بعد صحرا پہلی حالت میں آجاتا ہے۔

قابلِ غور ہے کہ صحرا میں اتنے اقسام کے پھول دار پودوں کے بیج کہاں سے آئے ؟ کوئی کہے کہ زرخیز علاقوں سے ہواؤں کے ساتھ اڑ کر یہاں پہنچے تو ایسا نہیں کیوں کہ صحرا میں پیدا ہونے والے یہ مخصوص پودے دوسرے علاقے میں نہیں اگتے۔ توجیہہ پیش کی جاسکتی ہے کہ صحرا میں یہ مظاہرہ ہوتا رہتا ہے اس لئے کچھ بیج ریت میں رہ جاتے ہیں اور آئندہ بارش ہونے پر اگتے ہیں۔ یہ توجیہہ درست نہیں کیوں کہ وہ صحرائی علاقے جن میں پھولوں کی رنگینی کا عمل ریکارڈ نہیں کیا گیا، وہ غیر متوقع بارش سے بیسیوں اقسام کے پھولوں سے بھر گئے۔

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ زمین ہر دس ہزار سال بعد پلٹ تبدیل کرتی ہے۔ خشک علاقے سمندر بن جاتے ہیں اور جہاں سمندر ہے، وہاں خشکی آجاتی ہے۔

صحرا ایٹاکاما چلی میں واقع ہے۔ یہ دنیا کا خشک ترین صحرا ہے۔ اس کے بعض حصوں میں بارش کی اوسط شرح صفر بتائی جاتی ہے۔ غیر معمولی موسمیاتی تبدیلیوں اور ارضی درجۂ حرارت میں اضافے کی وجہ سے زمین کا موسم تبدیل ہو رہا ہے اور خشک علاقوں میں غیر متوقع بارش کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ صحرا ایٹاکاما پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ گزشتہ دہائی میں اس کے خشک حصے بارش سے رنگ و بو کا حسین امتزاج بن گئے۔ یہ کیسے ممکن ہوا؟

ماہرین کے ایک گروہ کے مطابق صحرا کی مٹی میں بیج موجود ہوتے ہیں اور بارش ہونے پر اگتے ہیں۔ ان کے بقول جن علاقوں میں یہ پودے نہیں تھے، وہاں ان کے اگنے کا مطلب ہے کہ بیج کہیں سے اڑ کر اس مٹی میں پہنچے۔

غیر جانبدار ذہن اس توجیہہ سے مطمئن نہیں ہوا کہ اس میں مفروضے کو تسلیم کرنے پر اصرار ہے۔ اس نظریے کا پرچار کرنے والے ماہرین کے پاس ان سوالات کا جواب نہیں ہے،

(۱) اس عمل کی ابتدا کب ہوئی؟

(۲) پہلی مرتبہ ان پودوں کے بیج کیسے وجود میں آئے؟ بالخصوص کسی اور علاقے میں ایسے بیجوں کا وجود میں آنا جو صحرا کے سخت ماحول کے مطابق تخلیق ہوئے ہوں۔

(۳) بیجوں سے نکلنے والے پودوں نے صحرا کے سخت ماحول کو کس طرح قبول کیا؟ مخصوص ماحول اور آب و ہوا میں پیدا اور نشوونما پانے والے پودے، مختلف آب وہوا میں اپنے قدرتی مسکن کی طرح نشوونما پاتے ہیں۔

بارش کی جو تعریف اور تعارف قرآن کریم میں ہے، وہ بارش کے عام تصور سے مختلف اور وسیع ہے۔ مردہ زمین میں زندگی کا پیدا ہونا جن مقداروں اور انوار کی مرہونِ منت ہے، قدرت نے وہ بارش میں منتقل کر دی ہیں۔

بچوں کا دلچسپ مشاہدہ:

پانچویں جماعت کے بچے کھیتوں کے قریب میدان میں کھیل کود رہے ہیں۔ آسمان ابر آلود ہے اور بارش کا امکان ہے۔ بادلوں کی سیاہی اور گھن گرج رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہے۔ موسلا دھار بارش ہوتی ہے جو سخت گرمی میں جاں فزا فرحت کی نوید ہے۔ بچے خوشی سے مادری زبان میں یہ گیت ہم آواز گا رہے ہیں،

کالیاں اٹاں کالے روڑ

مینہ وسا دے زور و زور

بچے کیچڑ سے بچنے کے لئے کھیتوں کے درمیان سے گزرنے والی تنگ لیکن پختہ سڑک پر آجاتے ہیں۔ ان میں سے ایک کی نظر کسی چیز پر ٹھہر جاتی ہے۔ دوسرے بچے بھی اس جانب دیکھتے ہیں— سامنے عجیب وغریب منظر ہے۔

بارش کے قطرے سڑک پر گرتے ہیں تو ان کے ساتھ لگ بھگ چنے کے دانے کے برابر یا معمولی بڑے مینڈک اچھلتے ہوئے نظر آتے ہیں — رنگ سیاہی مائل سرمئی یعنی بجری اور تارکول کے رنگ جیسا ہے جس کی وجہ سے ان کو پہلی نظر میں دیکھنا مشکل ہے۔ بارش کا زمین پر گرنا اور مینڈکوں کا اچھلنا اس طرح ہم آہنگ ہے جیسے بارش کے ساتھ زمین پر گر رہے ہوں۔ بچوں نے گاؤں کے بزرگوں سے اس منظر کے بارے میں سنا تھا لیکن اپنی آنکھوں سے دیکھا تو حیران رہ گئے۔

وقت گزرا اور بچے ہائی اسکول میں داخل ہوئے۔ میٹرک میں حیاتیات (Biology) کے

سبق کے دوران یہ سوال استاد سے کیا تو انہوں نے ہنس کر اس کی نفی کر دی۔ ان میں سے دو بچوں نے حیاتیاتی سائنس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور کتابوں میں پڑھا کہ بارش کے قطروں کے ساتھ مینڈکوں کا ظاہر ہونا نظر کا دھوکا ہے کیوں کہ زندگی اس طرح وجود میں نہیں آتی۔

بچوں کا مشاہدہ واضح اور ٹھوس تھا۔ کوئی دلیل ان کو قائل نہ کر سکی۔

قارئین! بارش میں مینڈکوں کی برسات دیکھنا مشکل نہیں۔ برسات میں آلودگی سے پاک کھلے علاقے میں یہ حیرت انگیز نظارہ ملتا ہے۔

قرآن کریم میں زندگی سے عاری قطعۂ زمین کے لئے "بلدِ میت" یا اس سے ملتے جلتے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایسی زمین جس میں زندگی کے کوئی آثار موجود نہیں۔

کسان بے آباد قطعے میں گندم آباد کرنا چاہتا ہے۔ ہل چلا کر زمین ہموار کرتا ہے، مٹی کا کیمیائی تجزیہ کر کے مختلف اقسام کی کھاد اور ادویہ ملاتا ہے تا کہ زمین فصل کے لئے تیار ہو۔ آخر میں بیج بو کر کھیت میں سہاگا* پھیرتا ہے۔

سہاگا پھیرنے کے بعد اور پانی دینے سے پہلے زمین پر گندم کا پودا نظر نہیں آتا لیکن بیج زیرِ زمین موجود ہے۔ بیج کھلنے کا عمل ابھی شروع نہیں ہوا۔ بارش یا کنوئیں کے پانی (جو بالواسطہ بارش کا پانی ہے) کا انتظار ہے۔ بیج میں زندگی موجود لیکن خوابیدہ (dormant) ہے۔ کھیت کو سیراب نہ کیا گیا تو......؟

بیج چھڑکنے اور سہاگا پھیرنے کے بعد زمین جس میں نشوونما اور افزائش کے لئے کھاد موجود ہے، بنجر حالت سے مختلف ہے۔ کھیت پانی سے سیراب ہوتا ہے اور گندم کی فصل دور دور تک لہلہاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس وہ قطعۂ زمین جس پر بارش نہیں ہوئی، ہل چلایا گیا ہے نہ کاشت کی گئی ہے، وہاں اچانک بارش سے ہزاروں اقسام کے پھول بوٹے اگ آتے ہیں۔

- ان کے بیج اس مقام پر کیسے آئے؟
- ان کی غذا اور افزائش کا بندوبست کیسے ہوا؟

کہا جائے کہ ہوا اور جانوروں کے ذریعے بیج منتقل ہوئے تو سوال یہ ہے کہ بیج اتنی بڑی اور یکساں مقدار میں ہزاروں ایکڑ علاقے میں کیسے بکھر گئے کہ علاقہ پھولوں کا قالین بن گیا؟ مزید

---

* سہاگا (کھیت کی زمین ہموار کرنے کا پٹڑا)

یہ کہ اس سے متصل علاقے جن میں بارش نہیں ہوئی، ان کی زمین کی اوپری تہ ہٹا کر باریک بینی سے تجزیہ کیا جائے تو اس مفروضے کے مطابق ان پودوں کے بیج وہاں کثیر تعداد میں ملنے چاہئیں لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔

بارش کا پانی ہوا سے نائٹروجن پودوں کی جڑوں میں منتقل کرتا ہے اور ندی، نالوں اور دریاؤں کی صورت میں بہتا ہوا مفید نمکیات بنجر علاقوں تک پہنچاتا ہے۔ لیکن مردہ زمین کو زندہ کرنے کے لئے یہ توجیہہ بھی کافی نہیں۔

آخری الہامی کتاب قرآن کریم میں مردہ وجود کو زندہ کرنے کا فارمولا، بارش کے مظہر میں بیان کر دیا گیا ہے جس سے سمجھنا آسان ہے کہ ہر مظہر کے دو رخ ہیں اور اس میں تخلیقی فارمولے مخفی ہیں۔ اولی الالباب لوگوں کی ان فارمولوں تک رسائی ہے۔

خواتین و حضرات! کیا آپ بارش کے ساتھ چنے کے دانے کے برابر مینڈک ظاہر ہونے کا میکانزم بتا سکتے ہیں—؟ یکسو ہو کر مضمون پڑھا جائے تو اشارہ موجود ہے۔ جواب سمجھ میں نہ آئے تو اگلے ماہ کے شمارے کا انتظار کیجئے۔

الربع الخالی

دنیا کے بڑے ریگستانوں میں سے ایک الربع الخالی کا بڑا حصہ سعودی عرب میں اور کچھ حصہ یمن، عمان اور متحدہ عرب امارات کی حدود میں ہے۔ رقبہ چھ لاکھ 50 ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ ریت کے ٹیلے تقریباً 600 فٹ سے 820 فٹ تک بلند ہیں۔ ریت سرخی مائل نارنجی ہے۔

ریگستان تیل، قدرتی گیس، ماربل، جپسم، تاب کار دھاتوں اور چکنی مٹی سے مالا مال ہے۔

نجانے کتنے شہر اور تہذیبیں اس ریگستان کی مٹی کے نیچے خاموش ہیں۔ بیسویں صدی میں یہاں ہزار ستونوں والے شہر ارم ذات العماد کے آثار دریافت ہوئے۔ تحقیقاتی ٹیموں کو اس ریگستان میں ایسے تیر ملے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس پہلے یہاں آباد لوگ مچھلیوں کا شکار کرتے تھے یعنی کسی زمانے میں یہ علاقہ پانی سے سیراب تھا۔

یہ کئی پرندوں، حشرات اور ممالیہ جانوروں کا مسکن ہے جن میں ایک ریت میں تیرنے والی مچھلی نما چھپکلی ہے۔ زمین پر فاصلے یا فضا سے اس ریگستان کو دیکھیں تو اس کی ریت پر بل کھاتے دریا یا سمندر کی موجوں کا گمان ہوتا ہے۔ اس نظارے کو سراب یا mirage کہتے ہیں۔

عظمیٰ افتخار

دماغ کی ساخت

طرز فکر دو ہیں۔ ایک حقیقی اور دوسری فکشن ہے۔ جو طرز معاشرے میں غالب ہوتی ہے، وہ عقیدہ بن جاتی ہے، آدمی اس کا تجزیہ کرنے کے قابل نہیں رہتا اور عقیدہ یقین بن جاتا ہے۔ یقین حقیقت اور فکشن دونوں طرزوں میں کام کرتا ہے۔ فکشن میں اس طرح کہ شک سے متاثر ذہن بھی اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ وہ صحیح سوچ رہا ہے، صحیح دیکھ رہا ہے، صحیح سن رہا ہے اور درست بات کر رہا ہے۔ یقین جس طرز میں یکسو ہوتا ہے، اسی کے مطابق مظاہرہ ہوتا ہے۔

آدمی خود کو جس انداز میں ظاہر کرتا ہے، اندر میں اس سے مختلف ہے۔ دہرے معیار کے ساتھ زندگی گزارنے میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں جن کا حل اس کے پاس نہیں۔ شک سوچ کو ایک نقطہ پر قائم نہیں رہنے دیتا اور آدمی بار بار فیصلہ بدلتا ہے۔ قدم قدم پر خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ میرا عمل بے نتیجہ ثابت ہوگا یا خواہش کے مطابق نتیجہ نہیں آئے گا۔ شک یہاں تک بڑھ جاتا ہے آدمی سمجھتا ہے کہ میری زندگی تلف ہو رہی ہے۔ شک سے دماغی خلیوں میں ٹوٹ پھوٹ تیز ہو جاتی ہے پھر ہر چیز میں ٹوٹ پھوٹ نظر آتی ہے۔

اگر ظاہر میں زندگی، باطن میں زندگی سے الگ ہو تو خلیوں کی تیزی سے ٹوٹ پھوٹ اور قدم قدم پر ارادے میں ردّوبدل سے کوشش بے نتیجہ رہتی ہے۔ حسبِ دلخواہ نتائج کے لئے یکسوئی درکار ہے۔

دماغ کی ساخت دراصل آدمی کے اختیار میں ہے۔ ساخت سے مراد دماغی خلیوں میں تیزی سے ٹوٹ پھوٹ، اعتدال میں ٹوٹ پھوٹ یا کم ٹوٹ پھوٹ ہونا ہے۔ یقین کی سمت درست ہو تو دماغی خلیوں کی ٹوٹ پھوٹ کم سے کم ہوتی ہے لیکن ہوتی ضرور ہے کہ جسم کو دوام نہیں۔ جسم پیدا ہوتا ہے، گھٹتا ہے، بڑھتا ہے، کوتاہ قد ہوتا ہے اور آدمی دراز قد بھی ہوتے ہیں۔ دراز قد

نامعلوم طریقے پر کوتاہ قد میں تبدیل ہو جاتا ہے اور بالآخر نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔

کامیاب لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کیجئے، وہ یکسو اور پُرعزم ہوتے ہیں، نتیجے کی پروا کرتے ہیں نہ ناکامی کو شکست سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ راستے کی چیزیں ہیں۔ ان کے ذہن سے ہارنے کا خوف نکل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کو قیاس کی نظر سے دیکھنے اور سمجھنے والا فرد ابہام میں مبتلا رہتا ہے۔ اللہ نے ہر علم کی بنیاد روشنی کو قرار دیا ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ شک سے پاک ذہن اختیار کر کے روشنی کی زیادہ سے زیادہ اقسام اور ان کا طرزِ عمل معلوم کیا جائے۔ اس سلسلے میں کوشش کی جاتی ہے مگر تلاش میں قیاس شامل کر دیا جاتا ہے۔ یوں تحقیق کا رخ بدل جاتا ہے اور حقیقی علوم پردے میں رہتے ہیں۔

روشنی کے بارے میں سننے اور اسے جاننے کی کوشش کرنے والا فرد اس قاعدے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا جو روشنیوں کے خلط ملط سے متعلق ہے۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ روشنیاں طبیعت اور ماہیت رکھتی ہیں، ان میں رجحانات ہوتے ہیں۔ اس بات سے بھی لاعلمی ہے کہ روشنی ہی زندگی ہے اور یہی زندگی کی حفاظت کرتی ہے۔

آدمی صرف مٹی کے پُتلے سے واقف ہے جس کے اندر اپنی کوئی زندگی نہیں۔ اللہ نے پُتلے کو سڑی ہوئی، بجتی کھنکھناتی مٹی سے بنایا ہے۔ مٹی کی فطرت خلا ہے اور خلا میں اللہ نے اپنی روح پھونکی ہے۔ قرآن کریم میں ہے،

> ”اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ جب اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔“ (الحجر: ۲۸۔۲۹)

اصل سے دوری، اصل سے انحراف ہے۔ جہاں تک انحراف واقع ہوتا ہے، الوژن میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جس سے ذہنی، جسمانی اور اعصابی ٹوٹ پھوٹ تیز ہو جاتی ہے اور قوتِ فیصلہ متاثر ہوتی ہے۔ ارادے کی کمزوری کی وجہ شک ہے اور شک کا سبب نافرمانی ہے۔ نافرمانی یہ ہے کہ آدمی بھول جاتا ہے کہ میں اللہ کے حضور حاضر ہوں ــــ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

The Secret of a Beautiful Smile

DENTAL innovations Clinic

Dental Implants

Aesthetic Dentistry

Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry

Crown & Bridge, Root Canal Treatment

Orthodontics

Fixed And Removable Braces, Invisible Braces

General Dentistry

Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry

Pit Fissure Sealants, Scaling, Root Planning

Minor Oral Surgery

Impaction (Wisdom Teeth), Apicectomy

Pediatric Dentistry

Space Maintainers, Steel Crowns

LAHORE

LG 136, Siddiq Trade Center
Main Boulevard Gulberg.
0301 2399991 - 042 2581711
0300 8511747

QUETTA

Balochistan Medical Center
Prince Road / Fatima Jinnah Road,
081 2836448 - 081 2825275
0300 3811747

آج کی بات

خواجہ شمس الدین عظیمی

ملنے کا پتہ :

عظیمی یونیورسٹی پریس®

رابطہ نمبر : +92-213-6417843

عثمان طاہر

فی الارضِ خلیفہ

ہر دنیا روشنی کی دنیا ہے۔ روزہ حواس کو اس طرح ترتیب دیتا ہے کہ فرد روشنی کی دنیا میں سفر کرتے ہوئے روشنی کو دیکھ سکے — سننے، دیکھنے کی صلاحیت اس فریکوئنسی پر کام کرے جس سے وہ مظاہر مشاہدے میں آجائیں جو غیب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدمی کو آزاد پیدا کیا ہے مگر وہ پابند زندگی کے جال میں سکون محسوس کرتا ہے۔ وہ زندگی کے آزاد رخ سے واقف ہے لیکن اسے خواب وخیال کہہ کر رد کر دیتا ہے۔ مٹی کے جسم کو اپنی پہچان تسلیم کرتا ہے مگر نیند کے دوران جسم کے لباس ہونے کی حیثیت پر غور نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ نیند کی دنیا میں مکان (اسپیس) کی حدبندیوں سے آزاد فرد میں تھا اور اس دوران میں بستر پر سونے والا بھی میں ہوں — یہ نہیں سوچتا کہ جب وہ بستر پر سو رہا تھا تو نیند کی دنیا میں کیسے داخل ہوا؟ وہاں شب و روز کس طرح گزارے؟ دنیاوی تقاضے پورے ہوئے، پورے نہیں ہوئے، ایک ملک سے دوسرے ملک کی سیاحت کی اور غسل واجب ہونے پر بیداری میں خود کو ناپاک سمجھا۔ یہ سب کیا ہے؟

انسان کے دو رخ ہیں۔

① ایک رخ آدمی ہے جس کی پہچان مٹی ہے اور دوسرا رخ وہ صلاحیت ہے جو مٹی کو چلاتا پھرتا یہاں تک کہ پرواز کرتا ہوا دکھاتی ہے۔

② دوسرا رخ جس کا نام انسان ہے، کے تعارف کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے، الہامی کتب نازل کی گئیں اور عبادات کے طریقے متعین ہوئے۔

ہر عبادت کا منشا یہ ہے کہ آدمی زندگی کے آزاد رخ "انسان" سے واقف ہو جائے — ان میں ایک عبادت روزہ ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے،

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیئے گئے جس طرح تم سے پہلی

امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔ چند مقرر دنوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی تعداد پوری کر لے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہیں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے اور جو اپنی خوشی سے زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے لیکن اگر تم سمجھو تو تمہارے حق میں اچھا یہ ہے کہ تم روزہ رکھو۔" (البقرۃ: ۱۸۳۔ ۱۸۴)

اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی رکھی ہے۔ بیمار اور سفر میں روزے کا بدل ایک فرد یا حیثیت کے مطابق مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی "اگر تم سمجھو تو تمہارے حق میں اچھا یہ ہے کہ تم روزہ رکھو" فرما کر روزے کی اہمیت کا احساس دلایا گیا ہے۔ سمجھ بوجھ سے کام لینے والے خواتین و حضرات کو روزے کے ظاہری اور باطنی فوائد کا ادراک ہو جاتا ہے کہ روزہ کس طرح بندے کو اسفل زندگی سے نکال کر اعلیٰ زندگی میں داخل کرتا ہے۔

زندگی تقاضوں سے عبارت ہے۔ سننا، دیکھنا، محسوس کرنا تقاضے ہیں جن سے بھوک پیاس، میل جول، سونا جاگنا اور ہزاروں دلچسپیاں وابستہ ہیں۔ ہماری دلچسپی مظاہر تک محدود ہے اور مظاہر کا تعلق بظاہر جسم سے ہے۔ ہمارے روز و شب کھانے پینے، سونے جاگنے، تفریح اور معاشی جدوجہد میں گزرتے ہیں۔ یہ ظاہری زندگی سے وابستہ تقاضے ہیں جن کا مقصد خالصتاً جسم کا آرام ہے۔ نہ ان سے صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ اس راستے پر چل کر آدمی اسپیس سے آزاد ہو سکتا ہے جس طرح وہ نیند کی دنیا میں آزاد ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے معاملات میں خود مختار ہوں جب کہ اس کی ساری سرگرمیاں جسم کی تسکین کے لئے ہیں اور جسم پابند زندگی کا استعارہ* ہے۔

باطنی علوم کے ماہرین فرماتے ہیں کہ روزہ غیب کی دنیا میں داخل ہونے کا پروگرام ہے۔ غیب کی دنیا مادی آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن زندگی کے تمام تقاضوں کے ساتھ موجود ہے۔ روزہ ہمیں ایسے نقطے پر لے آتا ہے جہاں سے مظاہر کے مادی رخ کی نفی ہوتی ہے۔

یہ کیسے ہوتا ہے؟

---

* استعارہ (کسی چیز کو مثال سے بیان کرنا)

مادی رخ کی نفی کے لئے ان سرگرمیوں کو اختیار کیا جاتا ہے جن کا تعلق باطن سے ہے۔ روزے میں معین وقت کے لئے بھوک پیاس سے پرہیز، نیند پر کنٹرول، غیر ضروری باتوں اور نقصان پہنچانے والے مشاغل سے اجتناب سے توجہ بہت حد تک مادی جسم سے ہٹ جاتی ہے۔ ایک ہی خیال غالب رہتا ہے کہ میں نے اللہ کے لئے روزہ رکھا ہے۔ بندہ روزمرہ کی ساری ذمہ داریاں پوری کرتا ہے اس خیال کے ساتھ کہ میں نے اللہ کے لئے اللہ کے حکم کے مطابق ان چیزوں سے خود کو عارضی طور پر دور رکھا ہے جن سے جسم کی پرواز متاثر ہوتی ہے۔

تجربہ ہے کہ روزے میں کم کھانے، کم سونے اور کم بولنے سے زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ صلاحیتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے، ذہن یکسو ہوتا ہے، صحت اچھی رہتی ہے اور دماغ میں لطیف لہریں دَور کرتی ہیں۔

توجہ جب ظاہری تقاضوں سے ہٹتی ہے تو اپنے قیام کے لئے اسے مرکزیت چاہئے لہٰذا وہ باطنی زون میں سفر کرتی ہے۔ باطن سے مراد مٹی سے بنے جسم کے اندر موجود اس ایجنسی کے تقاضے ہیں جس نے جسم کو حرکت میں رکھا ہے۔

باطن میں دیکھنے سے زندگی کے آزاد رخ کا انکشاف ہوتا ہے۔ آدمی دیکھتا ہے کہ جب میں اندر دیکھتا ہوں تو آنے جانے کے لئے فاصلوں کی پابندی نہیں اور جب باہر دیکھتا ہوں تو جسم رکاوٹ بن جاتا ہے۔

ہر دنیا روشنی کی دنیا ہے۔ روزہ حواس کو اس طرح ترتیب دیتا ہے کہ وہ روشنی کی دنیا میں سفر کرتے ہوئے روشنی کو دیکھ سکے — سننے، دیکھنے کی صلاحیت اس فریکوئنسی پر کام کرے جس سے وہ مظاہر مشاہدے میں آجائیں جو غیب ہیں۔

خاتم النبیین حضرت محمدؐ کا ارشاد گرامی ہے،

"ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور آدمی کے جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔" (ابنِ ماجہ)

زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہے، باقی مہینوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے صدقات و خیرات کا نظام ہے۔

زکوٰۃ کا پروگرام رمضان المبارک سے منسوب ہے اور اس کا طریقِ کار قرآن کریم میں ہے۔ زکوٰۃ ایک مکمل فلاحی پروگرام ہے جس سے معاشرے کے نادار طبقے کی مدد ہوتی ہے۔ اس کا ایک مقصد مال کی صفائی ہے۔ مال میں نادار

لوگوں کا حصہ ہے، ان تک ان کا حق پہنچانا مال کی صفائی ہے۔

جسم کی صفائی یہ ہے کہ آدمی اسے کثافت و آلائش سے پاک رکھے تاکہ جسم لطیف ہو کر اس امانت کا متحمل ہوسکے جو آدمی کے اندر موجود انسان کو عطا کی گئی ہے۔

ہماری غذا میں خمیر ہے اور خمیر کا تعلق زمین کی کششِ ثقل سے ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ آٹے میں خمیر ڈالنے سے روٹی پھولتی ہے۔ پھولنے کے عمل سے آٹے میں موجود خلا اس طرح نمایاں ہوتا ہے کہ روٹی میں دو کنارے اور کناروں کے درمیان خلا ظاہر ہوجاتا ہے۔ خلا کناروں کو ایک دوسرے سے دور کردیتا ہے جس سے روٹی میں بھاری پن پیدا ہوتا ہے۔

ہر شے کی طرح آٹے میں قدرتی طور پر ایک خاص مقدار میں خمیر موجود ہے۔ جب اس میں الگ سے خمیر کی مقدار شامل کی جاتی ہے تو اس سے بننے والی روٹی کا وزن بڑھ جاتا ہے۔

یہی کام جسم میں کثافت کا ہے۔

جسم پہلے ہی سڑی ہوئی کھنکناتی مٹی سے بنا ہے۔ مزید کثافت سے آدمی اندر موجود حرکت کرنے والی شے سے روٹی کے دو کناروں کی طرح دور ہوجاتا ہے— اتنا دور ہوجاتا ہے کہ اسے محسوس نہیں کرتا اور اس مفروضے پر زندگی گزار دیتا ہے کہ حرکت کا محرک جسم ہے۔

رمضان المبارک زندگی کو اس پیٹرن پر قائم کرتا ہے جس سے جسم میں خمیر کی مقدار اتنی داخل ہو کہ مٹی کے جسم کا مٹی سے رشتہ برقرار رہے اور باطنی صلاحیتوں کی بیداری میں رکاوٹ نہ ہو اور بندہ ناسوت کی کثیف اسپیس سے غیب کی لطیف اسپیس میں داخل ہوجائے۔

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ اپنی تصنیف "کشف المحجوب" میں فرماتے ہیں،

> "میں نے حضور پاکؐ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا، یارسول اللہؐ! کوئی نصیحت فرمایئے۔ حضورؐ نے فرمایا، 'احبس حواسک۔'
>
> اپنے حواس کو قابو میں رکھو۔ یہ مکمل مجاہدہ ہے اس لئے کہ تمام علم کا حصول ان ہی پانچ دروازوں (دیکھنے، سونگھنے، چکھنے، سننے اور چھونے) سے ہوتا ہے۔ روزہ دار کو لازم ہے کہ حواس کو قابو میں رکھے تاکہ مخالفت کے مقابلے میں موافقت کا ظہور ہو۔"

روزہ رکھنے سے دماغ میں پُرسکون لہروں کا

ذخیرہ ہوتا ہے۔ غیب کی دنیا میں داخل ہونے کے لئے آدمی کا پُرسکون ہونا بہت ضروری ہے۔ سکون کی کیفیت میں لہروں میں نشیب و فراز کم ہوجاتا ہے جو ایک مرحلے پر آکر نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے— جب تک اس دنیا (عالمِ ناسوت) میں دماغ میں دَور کرنے والی لہروں کا نشیب و فراز صفر کے قریب نہیں ہوتا، آدمی دوسرے زون میں داخل نہیں ہوتا۔

جن لہروں کی ہم بات کر رہے ہیں، تحقیق و تلاش (سائنس) انہیں Brain waves کہتی ہے اور ان کی پیمائش ہرٹز (Hertz) میں کرتی ہے۔ اگر کسی لہر کی فریکوئنسی دس ہرٹز ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اس لہر نے ایک سیکنڈ میں دس نشیب و فراز یا دس چکر (cycle) مکمل کئے۔

یوں سمجھئے کہ اگر روزے کی حقیقت سے واقف ہو کر روزہ رکھا جائے تو ایک سیکنڈ میں ہونے والے دس نشیب و فراز کی تعداد روزے میں دس سے ایک ہوجاتی ہے یعنی ایک سیکنڈ میں نشیب و فراز کا ایک چکر۔ اس سے صلاحیتوں میں بہت فرق پڑتا ہے، سماعت و بصارت تیز ہوجاتی ہے اور مادے (matter) کی اسپیس حذف ہوجاتی ہے۔

عام دنوں کے برعکس روزے کی حالت میں دماغی خلیات یعنی نیوران زیادہ فعال ہوتے ہیں اور ان کے مابین برقی رَو کا تبادلہ بڑھ جاتا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاؒ کے ایک مرید نے خواب دیکھا کہ پیر و مرشد نے اس سے فرمایا ہے کہ دل کا روزہ رکھو۔

محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ مرید کی سمجھ میں نہیں آیا کہ دل کا روزہ کیا ہے۔ وہ ان کے جانشین خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے پاس گیا اور خواب کی تعبیر معلوم کی۔

حضرت چراغ دہلویؒ نے فرمایا کہ پیر و مرشد نے تمہیں مراقبہ کا حکم دیا ہے۔

مراقبہ ظاہری حواس میں رہتے ہوئے باطنی حواس کو بیدار کرنے کی مشق ہے۔

روزے اور دوسری تمام عبادات کا منشا یہ ہے کہ آدمی اس زندگی میں یہاں سے پہلے اور بعد کی دنیاؤں کو دیکھ لے اور فی الارضِ خلیفہ کے منصب پر فائز ہوجائے۔

پانی میں آباد شہر

معروف مصنف اشفاق احمد مرحوم نے اٹلی کے حسین شہر وینس کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ کسی ریستوران میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور چائے کے دو کپ کا آرڈر دیتے ہوئے کہا، "ایک دیوار پر"۔ کچھ دیر بعد دو افراد داخل ہوئے، انہوں نے تین کپ چائے کا آرڈر دیا اور کہا، "ایک دیوار پر"۔ بیرے نے ان کی میز پر چائے کے کپ رکھے اور اضافی کپ کے حوالے سے دیوار پر ایک پرچی چسپاں کردی جس پر "ایک کپ چائے" لکھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ریستوران میں ایک اور شخص داخل ہوا جو حلیے سے غریب تھا۔

اس نے بیرے سے کہا، "ایک کپ چائے دیوار سے"۔

بیرے نے احترام سے چائے پیش کی اور دیوار پر چسپاں ایک پرچی اتار کر کاؤنٹر پر رکھ دی۔

معلوم ہوا کہ وہاں چائے پینے کے لئے آنے والے خواتین و حضرات ان لوگوں کا خیال رکھتے ہیں جو چائے کی رقم ادا نہیں کرسکتے۔

وینس بندرگاہ کے ساتھ آباد قدیم شہر ہے جس کے باشندوں نے ہمیشہ اسے منفرد بنانے کی کوشش کی ہے۔ یہاں ایک فیسٹیول "سمندر سے شادی" کے نام سے مشہور ہے۔ قدیم دور میں وینس کے ایک اعلیٰ جج ہر سال سمندر میں انگوٹھی ڈالتے تھے۔ 1965ء میں یہ رسم دوبارہ شروع کی گئی۔ اب شہر کے میئر انگوٹھی سمندر میں ڈال کر وینس کی سمندر سے شادی کراتے ہیں۔

شاعروں نے اس شہر کے حسن سے متاثر ہو کر نظمیں لکھی ہیں۔ پانی پر آباد اس شہر کی سڑکیں بھیگی رہتی ہیں۔ آمنے سامنے عمارتوں میں جانے کے لئے کشتیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ 2019ء میں تقریباً 48 لاکھ سیاحوں نے وینس کا رخ کیا۔

ملک محمد ناصر

چڑیا پیاسی ہے

اگر ہم کسی جگہ کو یاد رکھتے ہیں تو یاد رکھئے
وہ جگہ بھی ہمیں یاد کرتی ہے

لکھاری کہانی سے، مصور تصویر سے اور گائک نغمے سے بندھا ہوا ہے۔ یہ کہانی، تصویر اور نغمے کو اپنی تخلیق کہتے اور سمجھتے ہیں۔ سوچتے نہیں کہ کہانی کہاں سے آتی ہے، تصویر کیوں بنتی ہے، کون اسے بناتا ہے، اسی طرح موسیقی کی دُھن اندر میں کیسے اور کہاں ترتیب پاتی ہے جسے سن کر وہ سازینے کے تار چھیڑتا ہے۔ جواب تلاش کئے جائیں تو عام آدمی سے لے کر کسی فن کے ماہر کو علم ہو گا کہ یہ علم میرا نہیں، میں نہیں جانتا کہاں سے آتا ہے، میری حیثیت پُتلے کی ہے۔

کائنات خیال ہے۔ خیال سے بننے والی ہر شے خیال ہے۔ خیال شعور کا لاشعور سے ربط ہے۔ ربط کیا ہے اور کون پیدا کرتا ہے؟ اس پر تحقیق کے ساتھ یہ بات ملحوظِ خاطر رہنی چاہئے کہ اگر ربط نہ ہو تو زندگی ○ ○ ○ ○ ○ ○

خیال تصور بنتا ہے، تصور میں رنگینی سے آدمی شے کو دیکھنے اور محسوس کرنے کے قابل ہوتا ہے، احساس مظاہرہ بنتا ہے اور مظاہرہ ذہن کی پلیٹ پر پرنٹ ہو جاتا ہے۔

شماریات سے زیادہ دنیاؤں میں ہر دنیا احساس اور محسوسات کی دنیا ہے۔ احساس نے آدمی کو "میں ہوں" کا تصور دیا ہے جس کی بنا پر افراد کے مابین کشش اور گریز کا سلسلہ قائم ہے ورنہ دوسرے افراد دور کی بات، آدمی خود کو محسوس کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو کر گومگو کے عالم میں داخل ہو جاتا ہے۔

ذہین پرندے کویل کی سریلی آواز، سننے والے کے دل کے تاروں پر ایسی ضرب لگاتی ہے کہ وہ کچھ دیر کے لئے خود کو بھول کر اندر

میں سوز برپا کر دینے والی دھنوں میں خود ایک دھن بن جاتا ہے۔ کویل کی آواز میں فراق ہے، محبوب کا انتظار ہے، تشنگی ہے جو سننے والے کے اندر خالی پن کو لہروں کی طرح پانی کی سطح پر لے آتی ہے اور احساس دلاتی ہے کہ جب تک "اندر میں" نہیں اترو گے.....؟

اپنے انڈے کون کسی کے گھونسلے میں رکھتا ہے—؟ کہا جاتا ہے کہ کویل رکھتی ہے۔

کویل گھونسلا نہیں بناتی، انڈے کوّے کے گھونسلے میں دے آتی ہے۔ انڈوں کے اندر ماں کے جذبات پہنچتے ہیں، اپنی آغوش کی گرمی نہ دے کر وہ انڈے کوّے کے گھونسلے میں کیوں دیتی ہے، یہ وہی بتا سکتی ہے۔

حیرت اس بات پر بھی ہے کہ کوّی بیگم ان کو اپنے انڈے سمجھتی ہے۔ وجہ دونوں انڈوں میں شباہت ہے لیکن خوش بو کا کیا کریں؟ خوش بو سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کسی اور کے انڈے ہیں یا پھر — کوّی ماں ہے اور ماممتا گوارا نہیں کرتی کہ بچے چاہے جس کسی کے ہوں، اس کی گود میں آ گئے تو انہیں بے آسرا چھوڑ دے۔ وہ خود کو انجان ظاہر کر کے ان کو سیتی ہے۔

انڈے پرائے گھونسلے میں چھوڑ کر کویل ان پر نظر رکھتی ہے یا بے خبر ہو جاتی ہے؟ قارئین سے گزارش ہے کہ جواب لکھ کر بھیجیں۔

ربط کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ ظاہری ۲۔ باطنی

دونوں سے کائنات کے تانے بانے بُنے ہیں۔

کویل کا بچہ جب اڑنے کے قابل ہوتا ہے تو کویل برادری سے جا ملتا ہے۔

مخلوق کثرت میں ہے مگر احساسِ محبت سب کو ایک مقام پر لے آتا ہے۔ محبت کی دہلیز پر محمود و ایاز ایک ہیں۔ تفریق کا خیال نہیں آتا۔ آجائے تو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اگر محبت کا احساس آدمی کی تخلیق ہے تو "میں" کے تصور کی طرح یہ تفرقوں میں بٹ جائے گا۔ پھر یہ کس کا احساس ہے جس نے محبت کی صورت دل میں داخل ہو کر شاہد و مشہود کو یک جان کر دیا ہے؟

آدمی خیال کی سرحد پر کھڑا ہے۔ وہ چاہے تو سرحد کے اس پار دیکھ سکتا ہے مگر نہیں دیکھتا۔ دیکھ لے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آرہا ہے اور کہاں جا رہا ہے۔

آدمی احساس ہے۔ احساس یہ کہ میں ہوں۔

کیا ہوں، یہ تلاش نہیں کرتا بس یہی کہتا ہے کہ میں ہوں۔ فرد شعوری طور پر وہاں ہوتا ہے جہاں اس کا احساس اور تصور ہوتا ہے۔ تصور عالمِ بالا کا ہو تو احساس عالمِ بالا میں داخل ہو جاتا ہے اور تصور عالمِ اسفل کا ہے تو احساس اسی قالب میں مظہر بنتا ہے۔

صلوٰۃ مومن کی معراج ہے — مومن کو صلوٰۃ میں مرتبۂ احسان حاصل ہوتا ہے۔ وہ تصور کرتا ہے کہ میں اللہ کے حضور حاضر ہوں اور اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ تصور میں یقین کی منزلیں طے کرتا ہوا اپنی معراج پا لیتا ہے۔ مرتبۂ احسان مثال ہے کہ تصور جس مقام کا ہے، اللہ کی مہربانی سے بندہ اس مقام پہ حاضر ہو جاتا ہے۔

زید دوستوں کے ساتھ نئی جگہ جاتا ہے۔ ایک ساتھی اس جگہ سے واقف ہے، وہ تجربے سے استفادہ کرکے دوستوں کو نئی جگہ کی سیر کرواتا ہے۔ واقف ہو کر بھی وہ کہاں دیکھ رہا ہے؟

اس کے باقی دوست کہاں دیکھ رہے ہیں؟

کس ذریعے سے دیکھ رہے ہیں؟

کیوں دیکھ رہے ہیں؟

راستے اس کی یادداشت میں محفوظ ہیں۔ وہ اندر میں راستے کی تصویریں دیکھ کر یقین سے باقی دوستوں کی راہ نمائی کرتا ہے۔ اگر حافظے کی سطح پر تصویریں نہ بنیں تو کئی بار اس علاقے کی سیر کے باوجود پرانی جگہ اس کے لئے نئی ہے۔ ایک بار سیر کرکے وہ احساس کے ذریعے اس جگہ سے جڑ چکا ہے۔ اگر ہم کسی جگہ کو یاد رکھتے ہیں تو یاد رکھئے، وہ جگہ بھی ہمیں یاد کرتی ہے۔

آدمی ہو یا حیوان، ہر ایک تصور اور خیال میں سفر کرتا ہے۔ خیال اور تصور کے مابین سلسلہ ٹوٹ جائے تو تانا بانا بکھر جاتا ہے۔

ہر مخلوق کا تمام نوعوں اور مقامات سے رابطہ ہے۔ اسی بنا پر فرد کی فرد سے ملاقات ہوتی ہے اور کہیں جانا مقرر ہو تو ربط کی بنیاد پر وہ جگہ فرد کو تواتر سے لہریں بھیجتی ہے۔ آدمی لہریں قبول کرتا ہے اور وہاں پہنچ جاتا ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ میرا فلاں جگہ جانے کو دل کر رہا تھا، ناواقفیت ہے کیوں کہ یہ سکّے کا ایک رخ ہے۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ قدرت نے آدمی کو انسپائر کرنے کے ساتھ اس جگہ کو بھی اطلاع دی ہے کہ فلاں شخص آرہا ہے، تمہیں اس کی میزبانی کرنی ہے۔ متعلقہ جگہ یا زمین کا قطعہ انسپائریشن کی بنا پر

متعلقہ فرد کو قبول کرتا ہے۔ ایک خیال ہے جو کہیں سے آرہا ہے اور فرد اور افرادِ کائنات کے مابین ربط کا ذریعہ بن رہا ہے۔ قبولیت کی طرح رد کرنے کا بھی یہی قانون ہے۔

انسان کے دیگر مخلوقات سے ربط سے متعلق آپ شہنشاہ ہفت اقلیم نانا تاج الدین ناگپوریؒ کی شیر سے ملاقات کی کرامت* پڑھ چکے ہیں۔

نانا تاج الدینؒ واکی کے جنگل میں کسی مقام پر رکے اور مریدین سے جن میں ان کے نواسے ابدالِ حق قلندر باباؒ شامل تھے، فرمایا ___ جس کو شیر کا ڈر ہو، وہ چلا جائے، ہم کچھ دیر یہاں آرام کریں گے، خیال ہے کہ شیر آئے گا۔

کچھ دیر گزری تھی کہ جنگل بھیانک محسوس ہونے لگا۔ قلندر باباؒ فرماتے ہیں کہ یہ انتظار کسی سادھو، کسی جوگی، کسی ولی، کسی انسان کا نہیں تھا بلکہ ایک درندے کا تھا جو کم از کم میرے ذہن میں قدم بہ قدم حرکت کر رہا تھا۔ یکایک ناناؒ کی طرف نگاہیں متوجہ ہوگئیں۔ ان کے پیروں کی طرف ایک طویل القامت شیر ڈھلان سے اوپر چڑھ رہا تھا، بڑی آہستہ خرامی سے، بڑے ادب کے ساتھ۔ ذرا دیر میں پیروں کے قریب آگیا۔ ناناؒ گہری نیند میں تھے۔ شیر نے ان کے تلوے چھوئے پھر چاٹنے لگا۔ ان کی آنکھ کھل گئی۔

فرمایا، تو آگیا۔ اب تیری صحت ٹھیک ہے، تجھے تندرست دیکھ کر میں خوش ہوں۔ اچھا، اب جا۔ شیر نے ممنونیت سے دم ہلائی اور چلا گیا۔

نانا صاحبؒ کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیر ان سے روشناس تھا، انہوں نے اس کا علاج کیا تھا۔ یہ تعلق باطنی لہروں کے ذریعے قائم ہوا۔

کرامت پر غور و فکر کے ساتھ ابدالِ حق کے الفاظ پر غور کیجئے کہ "جو کم از کم میرے ذہن میں قدم بہ قدم حرکت کر رہا تھا"۔

اس جملے میں خیال و تصور کی گہرائی ہے۔

یکسو ذہن سے سوچئے۔

خیال لاشعور کی آواز ہے۔ آدمی خیال کو نظر انداز کرتا ہے تو اس کے اندر سناٹا چھا جاتا ہے جس سے گونج کا احساس نہیں ہوتا جو کُن کی صورت میں کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔

کائنات میں زندگی کی ابتدا کُن سے ہوئی۔

---

* قارئین اس کرامت کی تفصیل کتاب "باباتاج الدینؒ" میں پڑھ سکتے ہیں۔

تمام اطلاعات اس میں موجود ہیں اور خلا میں گردش کر رہی ہیں۔ آدمی یا انسان کے ذہن کی فریکوئنسی کا جس اطلاع سے ربط ہوتا ہے، وہ اسے قبول کرلیتا ہے۔ کائنات میں ایک لاشعوریا اطلاع کا ایک نظام کارفرما ہے۔ جب ذہن اس نظام کے ہم رنگ ہوتا ہے تو قریب دور اور ظاہر غیب کی تفصیلات پڑھ لیتا ہے، جتنا اللہ چاہے۔

(۱) باغبان خوش تھا کہ اس سال درخت پھلوں سے بھر جائیں گے اور خوب منافع ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی انجانے خوف نے پریشان کیا جسے وہ معنی نہ پہنا سکا۔ ذہن اندر میں یکسو ہوا تو دریچہ کھلا—کوئی مدد کے لئے پکار رہا تھا۔

باغبان کے قدم غیر ارادی طور پر اٹھے اور چلتے چلتے ایک پودے کے قریب رک گئے۔ تنے کو ہاتھ لگایا تو لہروں کا تبادلہ ہوا اور دماغ کی اسکرین پر تصویریں بنیں۔

پودا کہہ رہا تھا کہ میرا زمین سے رشتہ قائم رکھنا محال ہو رہا ہے۔ اگر دادرسی نہ کی گئی تو میں پھلوں کا تحفہ پیش نہ کرسکوں گا۔

پودے کی جڑیں زمین میں تھیں، کسان نے زیر زمین حال جاننے کے لئے بیلچہ اٹھایا اور مٹی کھودی۔ دیکھا کہ دیمک پودے کی جڑوں میں گھر بنا رہی ہے اور خود آباد ہو کر اسے کھوکھلا کر رہی ہے۔ باغبان نے پودے کی دادرسی کی۔

---

(۲) گرمی بہت تھی۔ فاطمہ کو پیاس لگی۔ میز پر رکھا جگ اٹھایا اور گلاس میں پانی ڈالا۔ تسکین نہ ہوئی تو دوسرا گلاس بھرا۔ پیٹ پانی سے بھر گیا مگر پیاس نہ بجھی۔ ذہن میں پیاس سے نڈھال پرندے کی تصویر بنی۔

پیاس کیا ہے؟ شعور نے پوچھا۔

تقاضا ہے، باطنی کیفیت ہے، احساس ہے۔

آدمی پانی پیتا ہے، پیاس بجھنے سے تسکین ہوتی ہے مگر تکمیل نہیں ہوتی — نہ آدمی کی اور نہ پیاس کی۔ آدمی کو سیراب ہونے کی خواہش ہے تو پیاس کو بھی آدمی کی طلب ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی خوراک ہیں۔

پیاس کی اطلاع کہاں سے آرہی ہے؟

فاطمہ نے خیال پر توجہ مرکوز کردی۔

لاشعور نے راہ نمائی کی۔

پیاس اس لئے نہیں بجھ رہی کہ باہر پرندوں کے پانی کا برتن خالی ہے۔ آج تم نے ان کے برتن میں پانی نہیں ڈالا۔ دوسروں کو پیاسا چھوڑ

کر سیرابی کی خواہش رکھنے والوں کی پیاس نہیں بجھتی۔ تکمیل چاہتی ہو تو پہلے دوسروں کی پیاس بجھانے کا انتظام کرو۔

وہ جگ بھر کر باہر آئی۔ برتن میں پانی ڈالا اور واپس جاکر گھر کی چوکھٹ پہ کھڑی ہوگئی۔

تاروں پر بیٹھی چڑیوں کا غول اترا اور چونچیں پانی میں گم کردیں۔ فاطمہ کو احساس ہوا کہ پانی چڑیوں نے پیا لیکن تسکین کی لہریں میرے اندر محسوس ہوئیں۔

فاطمہ اور باغبان تمثیل ہیں، میری اور آپ کی۔ ان کرداروں میں خود کو تلاش کیجئے ___ علم ہوگا کہ کس طرح ہر مخلوق ہم سے ربط میں ہے، ہمارے اندر کی آواز سنتی ہے اور پیغامات بھیجتی ہے۔ اس طریق پر عمل سے ہم خیال کی دنیا سے واقف ہوں گے، دوسری مخلوقات سے شعوری رابطہ بحال ہوگا اور ہم اندر میں پیدا ہونے والے تقاضوں کے ذریعے ان مقامات تک پہنچیں گے جو ہم سے ہزاروں میل دور لیکن فاصلہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔

آموں کا موسم قریب ہو اور کوئل کی کوک نہ سنائی دے، کیسے ممکن ہے۔ دنیا کا تقریباً ہر خطہ اس کی سریلی آواز سے گونجتا ہے۔ 140 کے قریب اقسام دریافت ہوچکی ہیں۔ یہ تنہائی پسند سمجھا جاتا ہے یا پھر فراق پر مجبور ہے۔ اس کی آواز کے ہر ارتعاش میں خلش اور کسی کی یاد ہے، یہ پرندہ کس کے فراق میں کوکتا ہے؟

کوئل کی بعض اقسام دن میں اور بعض رات میں نغمہ چھیڑتی ہیں۔ یہ بانسری، سیٹی اور ہچکی جیسی آوازیں نکالتی ہیں۔ 32 کلومیٹر یا 15 میل فی گھنٹے کی رفتار سے اڑ سکتی ہے۔ کوئل کی بعض اقسام اپنے انڈے ان پرندوں کے گھونسلے میں دے آتی ہیں جن کے انڈے ان سے ملتے جلتے ہیں جیسے کوّے۔ ہوشیاری سے کوّے کے انڈے ہٹاکر اپنے انڈے رکھ دیتی ہے اور چالاک سمجھے جانے والے کوّے کو بیوقوف بنادیتی ہے۔

مریم بی بی

ڈائیلیسز کا قدرتی نظام

کسی چیز کو جمع کرنے سے حرکت کے دائروی نظام میں تعطل پیدا ہوتا ہے، اس سے نظام ختم نہیں ہوتا، "شے" ختم ہو جاتی ہے۔

احکم الحاکمین اللہ نے وعدہ کیا ہے،

"ہم نے اس قرآن کو سمجھنا آسان کر دیا۔
ہے کوئی سمجھنے والا؟" (القمر: ۱۷)

بلاشبہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ کسی آیت پر توجہ مرکوز ہو جائے تو تسلسل سے خیالات ذہن پر وارد اور پھر روشن ہوتے ہیں۔ آیت پڑھ کر وقتاً فوقتاً اسے دہرانے اور اس کی روشنی میں اپنے شب و روز کا جائزہ لینے سے انسپائریشن کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

میں نے اس بات پر عمل کیا تو ابتدا میں ذہن سطحی تفہیم سے آگے نہیں بڑھا لیکن کوشش جاری رکھی تو آیات میں نکات روشن ہوئے اور وہ باتیں ظاہر ہوئیں جو اوجھل تھیں۔ اللہ کی آیات میں غور و فکر سے خیالات قبول کرنے کی نوعیت بدل گئی۔ پہلے میں وسوسے اور شک قبول کرتی تھی، اب وہ خیالات گہرے ہوتے ہیں جن سے مخلوقات کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔

مضمون لکھنے کا تجربہ ہے نہ مشق، لاشعور کی جو تفہیم شعور میں منتقل ہوئی، قارئین کی نذر ہے۔

خالقِ کائنات اللہ نے فرمایا ہے،

"ال م۔ اس کتاب میں شک نہیں۔ ہدایت دیتی ہے متقیوں کو جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، صلوٰۃ قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

(البقرۃ: ۱۔۳)

قرآن کریم کے انوار شک سے پاک دل پر روشن ہوتے ہیں۔ اس سے غیب ظاہر بنتا ہے، اللہ سے ربط قائم ہوتا ہے اور بندہ دیکھ لیتا ہے کہ میرے زیر تصرف تمام اشیا بشمول سانس، سماعت و بصارت اور گویائی اللہ کی عطا ہے۔

اللہ سے ربط کا اصول کیا ہے؟

۱۔ پہلا اصول شک کا ترک ہے۔

۲۔ ترک سے مشاہدے کا آغاز ہوتا ہے۔

۳۔ مشاہدے سے ربط قائم ہوتا ہے۔ خیالات آتے جاتے ہیں مگر پر یقین بندہ ہر شے کو کیئر آف اللہ دیکھتا ہے۔

۴۔ یقین سے یہ علم راسخ ہوتا ہے کہ ہر شے اللہ کی طرف سے ہے اور میں اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتا ہوں۔

قرآن کریم میں اکثر جگہوں پر صلوٰۃ قائم کرنے کے ساتھ زکوٰۃ، روزے اور خرچ کرنے کا ذکر ہے۔ متقی کا وصف ہے کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ ہر شے کا خالق و مالک اللہ ہے، میرا کسی شے پر اختیار نہیں۔ اللہ نے مجھے رزق عطا کیا ہے، میں اس میں سے خرچ کرتا ہوں۔

خرچ کرنے کا متضاد رخ جمع کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ربط قائم کرنے والا بندہ وسائل ذخیرہ نہیں کرتا۔ وہ جس کے خیال میں رہتا ہے اس کے بتائے گئے طریقے پر خرچ کرتا ہے۔۔ اعتدال کے ساتھ۔ یہ رزق کے ذریعے ذکر و شکر کا مقام ہے۔

”اور نہ اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔“ (بنی اسرآءیل: ۲۹)

رزق وسائل کی تعریف ہے اور خرچ کرنے سے مراد استعمال کرنا ہے۔ الحی القیوم اللہ مخلوق کو وسائل کے ساتھ زندگی عطا کرتا ہے۔ ہر نعمت جو اللہ نے عطا کی ہے، رزق ہے۔ وقت اور خیال بھی نعمت ہیں، ان کو صحیح طور پر استعمال کرنا اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔

غور وفکر سے نقطہ کھلا کہ خرچ کرنے سے گردشی نظام قائم ہوتا ہے۔۔ اناج کی گردش، پیسہ، خیال، الفاظ، محبت، علم اور خدمت ۔۔ ہر چیز کا گردش میں رہنا لازم ہے تاکہ وسائل کی تقسیم کا دائرہ قائم رہے۔ خرچ کی گئی شے نظام میں موجود ہر فرد کو فائدہ پہنچاتی ہوئی اُس پہلے فرد تک واپس آتی ہے جس نے کچھ خرچ کیا مگر وہ اس حال میں واپس نہیں آتی جس میں گئی تھی بلکہ نیت کے مطابق اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ نیت اچھی ہے، نتیجہ اچھا ہے۔

مومن خرچ کرتا ہے۔ نیت ہوتی ہے کہ میں اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کر رہا ہوں۔ اس آیت میں معاشی ترقی، سماجی امن

اور روحانی فلاح کا قانون بیان ہوا ہے۔

① پیسے کی گردش سے معاشی سرگرمیاں تیز اور روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں، صنعتیں قائم ہوتی ہیں، طلب و رسد بلا تعطل جاری رہتی ہے، درآمدات* پر انحصار کم اور برآمدات* بڑھتی ہیں۔ سرمایہ کاری کے راستے کھلتے ہیں جو معیشت کا دائرہ بیرون ملک تک پھیلا دیتے ہیں۔

② معاشی اشاریے* مثبت ہونے سے جرائم کی شرح میں کمی آتی ہے اور امن و امان قائم ہوتا ہے۔ سمجھ لیجئے کہ معاشرہ ایک دائرہ ہے۔ علم، خیال، اجناس اور پیسے کی رولنگ ہوتی ہے تو دائرے میں موجود تمام افراد کے پاس سے کسی نہ کسی شکل میں گزر کر آگے بڑھتی ہے۔ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ اور پھر بہت کچھ ملتا ہے۔

③ رزق میں خیال، علم، تفکر، اچھی بات سب شامل ہیں۔ زندگی خیال پر قائم ہے۔ اس کو قبول اور جذب کرنے سے دل و دماغ کو توانائی ملتی ہے اور تمام اعضا میں تقسیم ہوتی ہے۔ جب متقی اس نیت سے خرچ کرتا ہے کہ میں اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتا ہوں تو زندگی بندگی بن جاتی ہے۔

بندگی کی تعریف یہ ہے،

"کہو بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے۔" (الانعام: ۱۶۲)

خرچ اور جمع کرنے کی مثالیں تلاش کیں تو دماغ کی اسکرین پر ایک تصویر بنی۔ دیکھا کہ ہمارے اندر ایک دنیا ہے جس میں خون کی گردش جاری ہے۔ جہاں گردش رکتی ہے، خون جمنا شروع ہو جاتا ہے۔ دل توانائی خرچ کرکے جسم میں خون پمپ کرتا ہے۔ خون گردش کرکے خلیات تک اہم کیمیائی مرکبات پہنچاتا ہے پھر خلیات میں سے ناکارہ کیمیائی مرکبات نکال کر اخراجی اعضا مثلاً گردوں تک لے جاتا ہے اور دائرہ مکمل کرنے کے لئے واپس دل میں آتا ہے۔ یہ ڈائیلیسز کا قدرتی نظام ہے۔

دل اور خون کی طرح جب ہم کیئر آف اللہ طرز فکر کے ساتھ وسائل کی گردش کے نظام کا حصہ بنتے ہیں تو رزق میں برکت ہو جاتی ہے۔

عمومی رویہ خرچ کرنے کی بجائے جمع کرنے

* درآمدات (import) * برآمدات (export) * معاشی اشاریے (indicators)

کا ہے۔ فریج میں چیزیں جمع کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر استعمال کے بغیر ضائع ہو جاتی ہیں۔ یہ جمع کرنے کا انفرادی سطح پر نقصان ہے۔ ایک فرد کے جمع کرنے سے گردش کا نظام متاثر ہوتا ہے — اس عادت سے پورے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے۔ کسی کو دینا احسان کرنا نہیں، اللہ نے جتنا ہمیں عطا کیا ہے، ہم اس میں سے دیتے ہیں۔ یہ نادار افراد کا ہم پر حق ہے۔

معدہ خاص مقدار میں کھانا قبول کرتا ہے۔ کھانا زیادہ ہو جائے تو تکلیف ہوتی ہے۔ بچے کی خون کی گردش تیز ہوتی ہے کیوں کہ اس کے خیالات پاک ہیں۔ وہ ضرورت کے مطابق کھاتا ہے اور نہیں سوچتا کہ تقسیم کرنے سے رزق ختم یا کم ہو گا۔ اس کو فکر نہیں ہوتی کہ کیا کھاؤں گا اور کہاں سے آئے گا — اللہ اسے نوازتا ہے۔ ماحول میں خود غرضی کے رنگ ہوں تو وہ بڑا ہو کر اپنے بڑوں کی طرح ضرورت سے زیادہ چیزیں جمع کرنے کی سوچتا ہے۔ بے حسی کا رنگ چڑھنے سے دورانِ خون کم ہو جاتا ہے۔ ٹھہرا ہوا پانی ناقابلِ استعمال ہوتا ہے جب کہ بہتا ہوا پانی پاک ہے۔ دریا اس کی مثال ہے۔

ساری پریشانی جمع کرنے کی ہے۔ کہتے ہیں کہ جمع کرو، کام آئے گا۔ الماریوں اور صندوقوں میں سالوں پرانے کپڑے ہوتے ہیں۔ اماں جہیز کے کپڑے پیدا ہونے والی بیٹی کے جہیز کے لئے رکھ لیتی ہے۔ 20 یا 25 سال بعد بیٹی کی شادی ہوتی ہے۔ اس دوران میں خاتون کے سامنے ایسے کتنے واقعات آتے ہیں جن میں لڑکی کو جہیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ اس کی مدد کی جائے۔ وقت آنے پر آپ کی بیٹی کے جہیز کا غیب سے انتظام ہو جائے گا اس لئے کہ الٰہی نظام مستقل حرکت میں ہے۔

ہر چیز مقداروں سے بنی ہے، مدت پوری کر کے ایک دن اس کی قدر* ختم ہو جاتی ہے۔ کسی چیز کو جمع کرنے سے حرکت کے دائروی نظام میں تعطل پیدا ہوتا ہے، اس سے نظام ختم نہیں ہوتا، "شے" ختم ہو جاتی ہے۔ ختم ہونے کا مطلب ہے کہ دائرے میں چلنے والا نظام اس کو قبول نہیں کرتا، پھینک دیتا ہے۔ وسائل کا گردش میں رہنا توانائی کا ری سائیکل ہونا ہے۔

مضمون میں خرچ کرنے سے متعلق مثالوں

* قدر (value)

کی جگہ دماغ، علم، تفکر اور خیال کو رکھ کر قانون کو سمجھیں اور ان کو اللہ کی طرف سے دیا ہوا رزق تسلیم کرکے خرچ کریں تو دماغ کے خلیات چارج ہوتے ہیں، علم کے خانے کھلتے ہیں، تفکر سے عرفان حاصل ہوتا ہے اور لاشعور سے آنے والی توانائی (خیال) شعور بنتی ہے۔

دنیا کی کوئی چیز ہماری ملکیت نہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک وقت تک استعمال کے لئے عطا کی ہے۔ ہم زمین کو اپنی جائیداد سمجھتے ہیں لیکن ہمارے مرنے کے بعد یہ کسی اور کو منتقل ہو جاتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد کسی اور کو۔ اس دنیا میں ہماری جائیداد "ہمارا عمل" ہے کہ یہی ہمارے ساتھ دوسری دنیا میں جاتا ہے۔

حاصلِ مطالعہ: مال، اولاد، شہرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ان کو ملکیت سمجھنا بندگی کے منافی عمل ہے۔ نعمتوں کے استعمال کا حق یہ ہے کہ ان کو کیئر آف اللہ طرز فکر کے تحت تصرف میں لایا جائے۔

"اللہ مالک ہے ان سب چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔" (طٰہٰ : ۶)

قرآن کی آیت "جو رزق ہم نے دیا، اس میں سے خرچ کرتے ہیں،" پر غوروفکر کیا تو احساس ہوا کہ یہ آیت ہماری پوری زندگی پر محیط ہے۔ ہر عمل، تقاضا، احساس اور علم اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے جسے ہم استعمال کرتے ہیں۔

یہ تجربہ بھی ہوا کہ قرآن کریم میں تفکر سے توجہ الوژن سے ہٹ کر حقیقت پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ پھر ہر شے ہمیں اپنے نظام اور تخلیق کے راز سے آگاہ کرتی ہے۔

خوف دوری ہے

بی بی معروفہؒ ولیہ تھیں۔ لوگوں کے ہجوم سے دور رہنے کے لئے ایک مرتبہ وہ جنگل کی طرف نکل گئیں جہاں شیر اور دوسرے خطرناک جانور خدمت میں حاضر باش رہتے تھے۔ ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا اور سانپ کو دیکھ کر ڈر گیا۔ بی بی معروفہؒ نے فرمایا، کوئی شخص حقیقت کے آسمان تک نہیں پہنچتا جب تک زمین کی کسی بھی چیز سے ڈرتا ہو۔ پھر فرمایا، حال درست کرنے کے لئے چار چیزیں درکار ہیں ــــ بھوک پر کنٹرول، درویشی کی صفات، قناعت اور عزت و ذلت دینے کا مالک اللہ کو سمجھنا۔

روغن گلوسبز

پُرسکون نیند لاتا ہے

سر کے جملہ امراض اور

ہائی بلڈ پریشر میں مفید ہے

چاند کی کرنیں جذب کر کے تیار کیا جاتا ہے

منیزہ اظہر

ہوامولان

ہوامولان کی شناخت سے پردہ اس وقت اٹھا جب میدانِ جنگ کے کچھ ساتھی اس سے ملاقات کے لئے گھر آئے اور حیران رہ گئے۔

عورت اور مرد زندگی کے دو رخ ہیں۔ زماں* نے دونوں کا اقتدار دیکھا ہے۔ دنیا کی کہانی اور اس میں نئے پرانے موڑ مرد و عورت کے تعلقات میں نشیب و فراز سے ظاہر ہوئے ہیں۔ وقت کے لحاظ سے اقتدار پر جس کا غلبہ رہا، اس نے چاہا کہ مخالف صنف زیر دست رہے۔

چین — تحقیق و تلاش اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے دنیا کے صفِ اول کے ممالک میں ہے جہاں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں اور معاشی و سائنسی عروج میں ان کی نمائندگی قابلِ ذکر ہے۔ دیگر تہذیبوں کی طرح ملک چین میں خواتین کی خود مختاری کی جدوجہد طویل ہے۔

ذکر ہے قدیم چین کا کہ جب مادری نظام کا زوال ہوا تو دوسری تہذیبوں کی طرح ایک طبقے نے رسم و رواج کی آڑ میں عورت کو محکوم رکھا اور کہا کہ عورت میں روح نہیں ہوتی، اس کی پیدائش پچھلے جنم کے گناہوں کا نتیجہ ہے اسی لئے قدرت نے اسے مرد نہیں بنایا۔

مال و اسباب کی طرح عادات و اطوار بھی نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں۔ صدیاں گزرتی رہیں مگر عورت کی حالت تبدیل نہیں ہوئی۔ اس کی سماجی سرگرمیاں محدود تھیں، امرا خواتین باہر جاتے ہوئے چہرہ چھپاتی تھیں اور پالکی میں سفر کرتی تھیں، مرد طبیب سے علاج کروانے کی اجازت نہیں تھی، زیادہ تکلیف کی صورت میں نشاندہی کے لئے مجسمے استعمال کئے جاتے۔

دیگر تہذیبوں کی طرح قدیم چین میں سلطنت کے مفاد کے لئے سیاسی شادیاں کی جاتی تھیں۔ اس سلسلے میں ایک خاتون Wang Zhaojun

* زماں (زمانہ)

کا نام قابلِ ذکر ہے جو نو عمری میں بادشاہ Yuan کے حرم میں داخل ہوئی۔ خوش شکل اور ذہین تھی۔ شاہی مصور کی بنائی ہوئی تصویروں کے ذریعے کنیزوں کا انتخاب ہوتا تھا۔ وانگ محل میں رہ کر عمر ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی، فرار کے لئے راستے کی تلاش میں تھی۔ اس نے شاہی مصور کی خوشامد کی اور نہ اسے اہمیت دی۔ مصور نے وانگ کی نہایت بدصورت تصویر بنائی۔

ان دنوں ہون خانہ بدوش قبائل اور سلطنت ہان دوستانہ تعلقات استوار کرنا چاہتے تھے۔ خانہ بدوش قبائل کے سربراہ نے سلطنت کی شہزادی سے شادی کی خواہش ظاہر کی۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ حرم سے قبول صورت لڑکی کا انتخاب کر کے شہزادی کی حیثیت سے رخصت کیا جائے۔ بیشتر کنیزوں نے اپنا وطن چھوڑنا گوارا نہ کیا لیکن وانگ نے موقع کو غنیمت جانا اور خود کو پیش کر دیا۔ بادشاہ نے اسے دیکھے بغیر منظوری دے دی۔

رخصتی کے وقت بادشاہ کی نظر کنیز وانگ پر پڑی تو بے حد افسوس ہوا کیوں کہ وہ بہت حسین تھی۔ وہ چاہتے ہوئے بھی فیصلہ بدلنے سے قاصر تھا، دھوکا دہی پر شاہی مصور کو سزائے موت سنائی۔ کنیز وانگ کو شہزادی بنا کر رخصت کیا گیا تھا اس لئے بھاری بھر کم جہیز دینا پڑا۔

کنیز وانگ کے علاوہ ملکہ سی شی اور ملکہ لیو چینی تاریخ کی مشہور خواتین ہیں جو حسین اور ذہین تھیں، وہ ملکہ بنیں اور شوہر کی موت کے بعد سلطنت کی ذمہ داری سنبھالی۔

◈—◇◈◇—◈

پدرانہ نظام میں خواتین کی کردار سازی بچپن سے اس طرح کی جاتی تھی کہ وہ مرد کے لئے قابلِ قبول ہوں۔ عورت جسے قدرت نے تخلیق کا ذریعہ بنایا ہے اور جس سے بچے کا جسم اور غذا تشکیل ہوتی ہے، اس پر ظلم کی داستان دلخراش ہے۔ بیان کرنے کا منشا یہ نہیں کہ ایک فریق کو ظالم اور دوسرے کو مظلوم ثابت کیا جائے۔ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ جب عورتوں کو اقتدار ملا تو انہوں نے بھی ہمدردی روا نہ رکھی۔

اقتدار مرد کے ہاتھ میں ہو یا عورت کے، لازم ہے کہ وہ انصاف کے تقاضے پورے کرے اور ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی بجائے فطری تقاضوں کے مطابق تحقیق و تلاش کی بنیاد پر معاشرے کو پروان چڑھائے۔

اس مضمون کا مقصد ماضی کی خواتین کے اس

کردار کو تلاش کرنا ہے جس نے بدیع العجائب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں سے استفادہ کرکے اپنی قوم اور دنیا کو فائدہ پہنچایا۔

◆—◇◆◇—◆

سفر کا آغاز کرتے ہیں چین کے قدیم تجارتی راستوں سے جن کو سلک روڈ کا نام دیا گیا۔ یہ محض سڑک یا شاہراہ نہ تھی بلکہ تجارتی نیٹ ورک تھا جس نے چین کو دنیا کے مختلف خطوں مثلاً مشرقی یورپ، روم، ہندوستان، فارس اور موجودہ ترکی وغیرہ سے ملایا۔

بتایا جاتا ہے کہ سلک روڈ کا آغاز ہان سلطنت نے کیا۔ اس کے ذریعے چین کے دنیا سے سیاسی اور اقتصادی روابط قائم ہوئے، ثقافت کا تبادلہ اور علم و ہنر کی ترسیل ہوئی۔ سلک روڈ نام کی وجہ چینی ریشم تھا۔

چین زمانۂ قدیم سے ریشم کی درآمدات میں اول رہا ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ دنیا کو اس دریافت کا تحفہ دینے والی ایک عورت تھی؟

بات ہے تقریباً پانچ ہزار سال ق م کی۔

چینی روایات کے مطابق ریشم ملکہ لنگ شی نے دریافت کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک روز ملکہ شہتوت کے درخت کے سائے میں چائے یا گرم مشروب پی رہی تھی کہ اس کی پیالی میں کوئی شے گری۔ یہ کوکون تھا۔ کوکون خول ہے جو ریشم کا کیڑا اپنے گرد بُن کر اس کے اندر رہتا ہے۔ گرم مشروب کی وجہ سے کوکون کے چمک دار ریشے الگ ہوئے تو ملکہ چونک گئی۔ غور سے دیکھا اور کسی خیال کے تحت چائے میں سے ریشمی تار نکال کر انگلی پر لپیٹنے لگی۔ پھر ملکہ نے اوپر دیکھا تو شہتوت کے درخت پر جابجا حشرات کسی تیاری میں مشغول نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ ریشمی خول تیار ہو رہا ہے۔ ملکہ ذہین تھی، مسکرا دی۔

کپ میں گرنے والے تاروں کا لمس اور چمک اسے تخیلاتی دنیا میں لے گئی۔ تصور میں ریشمی لباس (gown) کا عکس ابھرا۔ وہ محل میں واپس آئی، خول نکلوائے اور اسی ترکیب کو آزمایا جس کا تجربہ درخت کے سائے میں چائے پیتے ہوئے ہوا تھا۔ اس نے ریسرچ ٹیم تشکیل دی۔ ریشم کی مضبوطی کی جانچ کے بعد کپڑا تیار ہوا۔ قصہ مختصر یہ کہ ملکہ کا تصور ریشمی لباس میں ڈھل گیا۔

ریشم کے حصول کے لئے کیڑوں کی افزائش ضروری تھی، ملکہ نے شہتوت کے باغات لگانے کا حکم دیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کے پتّے ریشم کے کیڑے کی مرغوب غذا ہیں۔

دنیا ایجاد کرنے والے کو موجد کہتی ہے۔ ملکہ لنگ شی اپنے دور کی موجد تھی۔ اس نے دنیا کو ریشم کی سائنس سے متعارف کروایا اور ریشم کی صنعت کا سنگِ بنیاد رکھا۔ ابتدا میں ریشم شاہی پوشاک کے لئے استعمال ہوتا تھا، کسی اور کو پہننے کی اجازت نہ تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ چینی تہذیب کا حصہ بن گیا۔

چین ریشم یا سلک برآمد کرنے والا واحد ملک تھا۔ رومی بادشاہ لباس کی تیاری کے لئے اسے سونے کے داموں خریدتے تھے۔

چین نے ریشم بنانے کا طریقہ ہزاروں سال صیغۂ راز میں رکھا۔ راز فاش کرنے اور سلک یا کوکون دوسرے ملک لے جانے والے کی سزا موت تھی۔ دنیا اس راز سے کیسے واقف ہوئی، اس بارے میں متضاد روایات ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ہندوستان تک یہ راز ایک چینی شہزادی کے ذریعے پہنچا۔ اس کی شادی ریاست کوہتان کے شہزادے سے طے ہوئی۔ شہزادی کو سلک بہت پسند تھا۔ سوچا کہ اگر وہ کوکون ساتھ لے جائے تو پردیس میں ریشمی لباس بنوا سکتی ہے۔ کوکون ساتھ لے جانے کی سزا موت تھی لہٰذا چند کوکون اپنے سامان میں چھپائے اور ساتھ لے گئی۔ وہاں ان کی فارمنگ کی۔ اس طرح ریشم بنانے کا طریقہ عام ہوا۔

یہ بھی روایت ہے کہ چند جاپانی ڈاکوؤں نے کوکون چوری کئے اور ریشم کی صنعت میں کام کرنے والی خواتین کو بھی ساتھ لے گئے جو سلک (ریشم) بنانا جانتی تھیں۔ قصہ مختصر، عورت ریشم کی صنعت کے قیام اور ترویج کا سبب بنی۔

اب پڑھئے اس خاتون کے بارے میں جس نے بھیس بدل کر عورت کی تصویر میں بہادری اور مستقل مزاجی کے رنگ بھرے۔

یہ ذکر ہے ہوا مولان کا۔

ہوا مولان شمالی چین کے چھوٹے گاؤں میں پیدا ہوئی۔ باپ سپاہی تھا۔ مولان نے گھر کے کام کاج کے ساتھ مارشل آرٹ، تیر اندازی، گھڑ سواری اور شمشیر زنی کی تربیت حاصل کی۔ وہ والد سے فوجی حکمتِ عملی کے بارے میں جو سنتی، فرصت کے اوقات میں قلم بند کرتی تھی۔

اس زمانے میں شمالی خانہ بدوش قبائل نے لوگوں کو پریشان کیا ہوا تھا۔ جو راستے میں آتا، اسے مار دیتے۔ عوام کی حفاظت کے لئے بادشاہ

نے فوج تشکیل دی جس میں پورے ملک سے لوگوں کو بھرتی کیا گیا۔ حکم نامے کے تحت تمام بالغ افراد پر بھرتی لازمی تھی۔ اس فہرست میں مولان کے باپ کا نام بھی شامل تھا جو بڑھاپے میں داخل ہو چکا تھا۔ بیٹا نہیں تھا اس لئے اس نے بھیس بدل کر خود کو باپ کی جگہ پیش کیا۔

مولان نے مرد کے بہروپ میں 12 سال تک فوجی خدمات انجام دیں۔ بہترین جنگی خدمات کے پیش نظر اعلیٰ عہدے کی پیشکش کی گئی لیکن اس نے انکار کر دیا اور گھر واپس آ گئی۔

مولان مرد نہیں، عورت ہے، اس راز سے پردہ اس وقت اٹھا جب میدانِ جنگ کے کچھ ساتھی اس سے ملاقات کے لئے گھر آئے اور عورت کے روپ میں دیکھ کر حیران رہ گئے۔

کسی نے ہوا مولان کے کردار کو فرضی قرار دیا جب کہ کسی نے کہا کہ اسے فرضی کہنا خواتین کی بہادری اور قائدانہ صلاحیتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے۔

تاریخ ظاہر کرتی ہے کہ بہت سی خواتین ہیں جنھوں نے حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مرد کا روپ اختیار کر کے بہترین قائدانہ صلاحیتوں کا اظہار کیا۔

ہوا مولان پہلی عورت نہیں تھی جو بطور سپاہی بھرتی ہوئی، اس نے صرف بھیس بدلا تھا۔ اس شعبے سے وابستہ ایک اور مثال فوہاؤ کی ہے۔

فوہاؤ کو چین کی پہلی خاتون ملٹری جنرل کہا جاتا ہے۔ وہ دلیر لیڈر ہونے کے ساتھ شامن بھی تھی۔ اس نے کئی مہمات کی قیادت کی۔ شاہی خاندان شینگ سے تعلق تھا۔

فوہاؤ کے مقبرے سے ہتھیار اور بڑی تعداد میں مذہبی رسومات میں استعمال ہونے والی اشیا دریافت ہوئیں۔ ان میں وہ مہریں بھی ہیں جن پر اسے مذہبی رسومات میں شریک دکھایا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ مذہبی راہ نما کی حیثیت سے بھی عوام میں مقبول تھی۔

"زمین ماں" کی آغوش میں جتنے آثار ہیں، وہ زمانۂ قدیم کی دستاویزات ہیں جو آنے والی نسلوں کے لئے تاریخ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

قدیم تہذیبوں میں شامن پرستی کا ذکر ہے۔ شامن ازم ایسی پریکٹس کو کہا جاتا تھا جس سے ورائے شعور کا علم حاصل ہوتا تھا تاکہ ماورائی صلاحیتیں بیدار کر کے ان سے کام لیا جائے۔

شامن گُرو خواتین ہوتی تھیں۔ تہذیبوں میں

اس کا ذکر مختلف ناموں سے ملتا ہے۔ چین میں شامن کا تذکرہ ڈو کے نام سے ملتا ہے۔ روایت کے مطابق شامن خواتین خواب کی تعبیر بتاتی تھیں، ہیلرز تھیں، مقدس ہستیوں اور روحوں سے بات کر سکتی تھیں، دوسری مخلوقات جیسے پودے اور جانوروں کی زبان سمجھتی تھیں۔

ڈو کے راز صرف خواتین کو منتقل کئے جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب مردوں نے اس میدان میں قدم رکھا تو ابتدا میں وہ عورتوں کے کپڑے پہنتے تھے۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ خواتین شامن کا طاقتور کردار تاریخ کے اوراق سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔

شامن خواتین پر تحقیق کے لئے روایتی اور لوک داستانوں میں معلومات تلاش کیں۔ معلوم ہوا کہ قدیم چین میں اس علم پر خواتین کا غلبہ تھا۔ ڈو کے بارے میں روایت ہے کہ وہ وجد میں آتی تھیں تو غائب ہو جاتی تھیں، منہ سے آگ اگلتی تھیں، وہ روحوں کی زبان بولتی تھیں اور ان کے ارد گرد چیزیں ہوا میں اڑ کر آپس میں ٹکراتی تھیں۔

چین کی ایک قدیم لغت "شاوون ژیزی" کے مطابق ڈو کی حیثیت مذہبی راہ نما کی تھی جو

> اہلِ تکوین قوموں کو عروج بخشنے اور رسوائی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات سے ترغیبی پروگرام بناتے ہیں۔ یہ پروگرام ملائکہ ارضی انسپائر کرتے ہیں۔
>
> جنوری 1960ء میں ایک مجلس میں ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا، چینی قوم کے لئے فرشتے ایک لاکھ ترغیبی پروگرام انسپائر کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی محب الوطن قوم ہے کہ ایک پروگرام بھی رد نہیں کرتی، سب کی سب انسپائریشن قبول کر لیتی ہے۔" (کتاب: بارانِ رحمتؒ)

غائب ہو سکتی تھیں، دیوتاؤں یا روحوں کو بلا سکتی تھیں۔ آثارِ قدیمہ سے ملنے والی تصویروں یا مجسموں میں ڈو کو مذہبی رسومات ادا کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

چینی تاریخ میں کئی نامور خواتین گزری ہیں۔ ہوا مولان اور فوہاؤ ان میں سے دو نام ہیں۔ ایسے کئی نام تاریخ کے اوراق میں گم ہیں۔

قدیم تہذیب کی حیثیت سے چین نے کئی عروج و زوال دیکھے ہیں۔ تحقیق و تلاش کی دنیا میں آج یہ قوم جس مقام پر ہے، وہ سب کے لئے قابلِ تقلید سمجھا جاتا ہے۔

تین پرت

جب کوئی بندہ کسی ایک نقطے پر اپنی صلاحیتیں مرکوز کرکے غور کرتا ہے تو اس کی نظر میں اتنی وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اس نقطے کو جس کے اوپر تمام صلاحیتیں مرکوز ہو گئی ہیں، پڑھ لیتا ہے۔ پڑھنے سے منشا یہ ہے کہ نقطے کے اندر موجود اوصاف اور نقطے کے اندر موجود خفیہ صلاحیتیں اور صلاحیتوں کے اندر مخفی صلاحیتیں اس کے سامنے آجاتی ہیں۔ اور زیادہ گہرائی میں دیکھتا ہے تو نقطہ اس کو اپنا استعمال بتا دیتا ہے۔ نقطے کے اندر مخفی قوتیں اس بات کا مشاہدہ بن جاتی ہیں کہ پوری پوری کہکشائیں ہمارے ساتھ سفر کر رہی ہیں۔ ہم جان لیتے ہیں کہ دنیا میں موجود ہر شے لہروں پر قائم ہے۔ ہم اور پوری کائنات لہروں کے تانے بانے سے مرکب ہے۔

دنیا کی ہر چیز چاہے وہ پانی ہو، درخت ہو، پتھر ہو، انسان ہو، چرند ہو، پرندہ ہو، درندہ ہو، انرجی ہو، آکسیجن ہو، ایٹم ہو یا مالیکول، روشنی کے ہالے میں بند ہے۔ ہر شے کے اوپر روشنی کا ایک غلاف ہے۔ تفکر کرنے کے بعد بند غلاف کو کھول کر اس شے کے اوپر نظر مرکوز کر دی جائے تو پہلا انکشاف طاقت کا ہوتا ہے۔ نظر میں جب گہرائی پیدا ہوتی ہے تو دوسرا انکشاف اس طاقت کے استعمال کا ہوتا ہے۔ مزید گہرائی واقع ہونے سے تیسرا انکشاف یہ ہوتا ہے کہ طاقت مظہر بن کر سامنے آجاتی ہے۔

ہیروشیما اور ناگاساکی کے اوپر ایٹم بم گرایا گیا تو ایٹم کی طاقت کا مظاہرہ ہوا۔ مظاہرہ اس شکل میں ہوا کہ جن پہاڑوں پر بم گرایا گیا تھا، وہ دھواں بن گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ پہاڑ کھڑے ہیں۔ جب پہاڑ کو چھوا گیا تو دھوئیں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ سوال یہ ہے،

- طاقت کا کھوج کس نے لگایا؟
- طاقت کا استعمال کس نے کیا؟
- طاقت کے مظاہرے سے کون متاثر ہوا؟

جواب یہ ہے کہ ایٹم کی طاقت کا کھوج نوعِ

آدم نے لگایا، اس کی طاقت کا استعمال آدمی نے کیا اور اس طاقت کے تخریبی اور تعمیری پہلو سے بھی آدمی ہی متاثر ہوا۔

ایٹم کے اندر موجود طاقت اللہ کریم کی تخلیق ہے اور اس طاقت کو استعمال کرنے کا طریقہ اللہ نے نوعِ آدم کو سکھایا ہے۔ لاشعور بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوعِ آدم کے اندر اتنی سکت اور صلاحیت منتقل کر دی ہے کہ وہ ایٹم کی طاقت کو اپنے ارادے اور اپنی منشا کے مطابق استعمال کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوعِ آدم کو ایسی مخفی صلاحیتیں اور قوتیں عطا کی ہیں جن کے سامنے ایٹم کی قوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی — فرق صرف ایٹم کے استعمال کا ہے۔ ہم ایٹم کے اندر ان لہروں کو تلاش کرتے ہیں جو تباہی بربادی کا پیش خیمہ ہیں یا ان صلاحیتوں کو تلاش کرتے ہیں جو نوعِ انسانی کی تعمیر میں کام آتی ہیں۔

جب ہر چیز لہروں پر قائم ہے تو نوعِ آدم بھی لہروں سے بنی ہے۔ لہروں میں قائم وجود میں تفکر ہمارے اوپر منکشف کرتا ہے کہ ہمارے اندر تخلیقی صلاحیت موجود ہے۔

جس طرح ایٹم ایک نقطہ ہے اور اس نقطے کے اندر ایسی طاقت محفوظ ہے کہ اگر اسے تخریبی ذہن سے استعمال کیا جائے تو زمین الٹ پلٹ جاتی ہے، پورے پورے شہر آناً فاناً تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی ایٹم کو تعمیر میں استعمال کیا جائے تو بجلی ایجاد ہو جاتی ہے، وہ بجلی جو ہر سائنسی ترقی میں کسی نہ کسی طرح موجود ہے۔

نوعِ آدم کے اندر بھی ایک ایٹم (نقطہ) ہے جس میں لاشمار طاقتیں ذخیرہ ہیں۔ ایٹم کھلتا ہے تو آدمی وسائل سے بے نیاز ہو کر ان فارمولوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن فارمولوں سے سورج بنتے ہیں، چاند وجود میں آتے ہیں، جن فارمولوں پر ستارے قائم ہیں، جن فارمولوں پر آسمان قائم ہیں، جن فارمولوں اور کلیوں کے اوپر زمین گردش کر رہی ہے۔

نوعِ آدم بھی ایک نقطہ ہے۔ نقطے کو توڑا جائے بالکل اس طرح جس طرح ایٹم کو توڑا گیا ہے تو اس کے اندر وہ عجائبات نظر آتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کہا ہے۔ جب یہ نقطہ کھلتا ہے تو انسان مشاہداتی طرزوں میں قدم قدم سفر کر کے منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے اور مقصود اور منظور و مطلوب اللہ تعالیٰ ہے۔

شازیہ رشید

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ

”اے یہ کہنے والے شخص کہ کوئی مصیبت یار کے فراق جیسی نہیں۔ اگر وصل کی امید ہو تو یہ اس قدر سخت بھی نہیں۔“

امام ابو حنیفہؒ کی اولاد میں سے ایک بزرگ شیخ فخر الدینؒ نے ہمدان سے پانی پت میں سکونت اختیار کی۔ نیک سیرت خاتون بی بی حافظ جمالؒ سے شادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹے سے نوازا جس کا نام شرف الدین رکھا۔

شیخ شرف الدینؒ نے ابتدائی تعلیم پانی پت میں حاصل کی پھر دہلی آگئے جہاں جید علما سے پڑھا اور کئی برس تک درس و تدریس کی۔

ایک روز دروازے پر فقیر آیا اور باآواز بلند پکارا، شرف الدین! افسوس ہے کہ تو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا تھا، اسے بھولا ہوا ہے، کب تک قال میں مصروف رہے گا؟

ہر لفظ معانی و مفہوم کی ایک دنیا ہے۔ فقیر کے الفاظ میں مخفی پیغام کا دل پر اثر ہوا، وہ قال سے حال کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک عرصہ سیر و سیاحت اور مجاہدے میں گزارا۔ باب العلم حضرت علیؓ سے باطنی فیض حاصل ہوا اور بوعلی شاہ قلندرؒ کے نام سے معروف ہوئے۔ باطنی نسبت کے بارے میں قلندر غوث علی شاہؒ کے ملفوظات ”تذکرہ غوثیہ“ میں لکھا ہے،

> ”بوعلی قلندر صاحبؒ کو امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰؓ نے بطریقِ اویسیہ براہِ راست تعلیم فرمائی اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کو حضرت بایزید بسطامیؒ سے فیض ہوا حالاں کہ ان کے انتقال کو سو برس گزر چکے تھے۔“

شیخ بوعلی قلندرؒ کی زندگی کا بڑا حصہ جذب و استغراق میں گزرا۔ ان کی زبان و قلم سے جو الفاظ ادا ہوئے — وہ نظم و نثر کی صورت میں

موجود ہیں اور اس میں طبیعت کا رنگ نمایاں ہے۔ بعض غزلیں جذب و مستی کی کیفیت کی آئینہ دار ہیں جب کہ بعض غزلوں میں عارفانہ رموز کو مجاز کے پردے میں بیان فرمایا ہے۔

ان کی فارسی کی ایک غزل کا ترجمہ ہے،

"جب تو شوق کے پاؤں نہیں رکھتا تو دوست کے راستے میں نہ چل کیوں کہ راہِ الفت میں نشیب و فراز ہیں۔ سرود، شاہد اور ساقی چھپے نہیں رہتے۔ شمع پردہ پھاڑ کر صبح کے راز فاش کر دیتی ہے۔ میرا محبوب رعنا بھی ہے اور ساقی سرمست بھی۔ راہِ مجاز کی ساری وارداتیں حقیقت ہیں۔ چوں کہ میرے محبوب کے حسن کی کوئی انتہا نہیں، عشق میں سارے انجام آغاز ہو جاتے ہیں۔ رات ہے، شمع ہے اور بادہ ہے۔ اے ساقی! ڈرتا ہوں کہ تیرے چہرے کے عکس سے صبح نہ ہو جائے۔ اگر تو حقیقت کے راستے کا رخ نہیں کرتا تو تجھے روزے سے کیا حاصل اور تجھے نماز سے کیا فائدہ ہے۔ بو علیؒ! تُو توحید کا دم بھرتا ہے تو پھر ہوشیار رہ۔ ریا کار زاہدوں کی طرح زہد پر مت اترا۔"

اللہ کا بندہ اللہ کے بندوں پر مہربان ہوتا ہے، وہ ذات پات کی تقسیم سے آزاد ہوتا ہے اور ہر دکھ درد کی دوا محبت کو سمجھتا ہے۔

امر سنگھ نامی شخص جمنا کے کنارے کشتی آنے کا منتظر تھا۔ دیکھا کہ ایک بزرگ دریا کنارے مصلیٰ بچھائے نماز پڑھ رہے ہیں۔ محسوس ہوا کہ نماز پڑھنے والا اپنی نماز سے واقف ہے۔ یہ حضرت بو علی شاہ قلندرؒ تھے۔ نماز کے بعد ان کی نظر نوجوان پر پڑی تو پاس بلایا۔

نام کیا ہے اور کس غرض سے دریا کے پار جانا چاہتے ہو؟ شفقت سے پوچھا۔

نوجوان نے بے دھڑک کہا، نام امر سنگھ ہے اور آباؤ اجداد کی دولت و سلطنت واپس لینے جا رہا ہوں جس پر قبضہ ہو چکا ہے۔ والدہ کے حکم پر اس مشن کے لئے نکلا ہوں اور مقصد پورا ہوئے بغیر نہیں لوٹوں گا۔

انہوں نے بیٹھنے کا اشارہ کر کے فرمایا، اگر تم بدلہ لینے کا ارادہ ترک کر دو تو یقین دلاتا ہوں کہ جاگیر واپس مل جائے گی۔

نوجوان انتقام کی آگ میں جل رہا تھا۔

بزرگ نے سمجھایا، انتقام کا راستہ اختیار کرو گے تو نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

بو علی شاہ قلندرؒ کی شخصیت کا اثر تھا کہ انتقام کا جذبہ سرد ہونا شروع ہوا اور لہجے میں نرمی آئی۔ کچھ سوچتے ہوئے کہا، فیصلہ میں اکیلا نہیں کر سکتا، والدہ کے حکم پر نکلا ہوں، ان سے اجازت لینی ہوگی۔ ادھر والدہ بیٹے کی آنکھیں دیکھ کر سمجھ گئی کہ انتقام کا جذبہ سرد پڑ چکا ہے، اسے بھیجنے کا فائدہ نہیں۔ وہ حضرت بو علی قلندرؒ کے پاس واپس آیا اور ادب و اخلاق سے متاثر ہو کر ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گیا۔ بزرگ نے نام امیر اللہ خان رکھا۔ کچھ عرصے بعد حالات ایسے بنے کہ خاندانی جاگیر واپس مل گئی اور وہ علاقے کے معززین میں شمار ہوا۔ والدہ اور قبیلے کے لوگ بھی حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔

نوجوان انتقام لینے سے پیچھے ہٹا تو بو علی شاہ قلندرؒ نے اللہ کے عطا کردہ علم کے تحت ایک جانب اس کی مشکل آسان کی اور دوسری جانب علاقے کو خون ریزی سے بچایا۔

حضرت بو علی قلندرؒ کو محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاءؒ سے بہت عقیدت تھی۔ ایک بار خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے ایک رقعہ لکھ کر بھیجا۔ ترجمہ:

"میں ناچیز ابنِ ناچیز میرے آباؤ اجداد بھی ناچیز۔ ذات باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں تیرے اندر ہوں اور شریعت کہتی ہے کہ پاسِ ادب کرو اور خاموش رہو۔"

قلندر صاحبؒ نے جواب میں رباعی لکھی۔

"قدرت کے راز نہ آپ جانتے ہیں نہ میں۔ یہ معمہ نہ آپ پڑھ سکتے ہیں نہ میں۔ ہماری گفتگو تو پردے کے پیچھے ہی ہے۔ جب پردہ اٹھ جائے گا تو نہ آپ باقی رہیں گے نہ میں۔"

بادشاہ علاء الدین خلجی کے ایک عہدہ دار نے شیخ بو علی قلندرؒ کے ایک خاص مرید مبارز خان کی سرزنش کی۔ وہ فریاد لے کر حاضر ہوا۔ شاہی عہدہ دار کی حرکت ناگوار گزری۔ بادشاہ کے نام خط لکھوایا۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے۔ ترجمہ:

"کاغذ لاؤ اور میرا فرمان لکھو۔ فقیر کی طرف سے بادشاہ کے لئے کہ اس بدخصلت عامل کو ہٹا دے ورنہ تیرا ملک دوسرے کے حوالے کر دیں گے۔"

خط پڑھ کر بادشاہ خلجی گھبرا گیا اور حکم کی تعمیل کی۔ کہتے ہیں کہ اسے اولیائے کرام سے عقیدت تھی، ناراضی دور کرنے کے لئے تحائف بھجوانا

چاہے اور انکار کے خدشے کے پیش نظر طوطیٔ ہند حضرت امیر خسروؒ کا انتخاب کیا۔

امیر خسروؒ حاضر ہوئے تو قلندر بو علیؒ نے کچھ سنانے کی فرمائش کی۔ امیر خسروؒ نے غزل سنائی جس کا مطلع یہ ہے۔ ترجمہ:

"اے یہ کہنے والے شخص کہ کوئی مصیبت یار کے فراق جیسی نہیں۔ اگر وصل کی امید ہو تو یہ اس قدر سخت بھی نہیں۔"

انہوں نے دعا دی پھر اپنا کلام سنایا۔ ترجمہ:

"بادشاہوں کا تاج چھپر کے نعل کے برابر ہے اور خسرو (بادشاہ) وہ ہے جس نے تجرید (پاکی) کا لباس پہن رکھا ہے۔"

امیر خسروؒ یہ سن کر رونے لگے۔

آپ نے فرمایا، خسرو! کچھ سمجھے بھی؟

عرض کیا، اسی لئے روتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

قلندر بو علی شاہؒ کے زمانے میں سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ حضرت شمس الدین ترکؒ کو ان کے پیر و مرشد حضرت صابر کلیریؒ نے دہلی کی خلافت بخشی۔ دہلی تشریف لائے تو شیخ بو علی قلندرؒ کو پیالے میں دودھ بھیجا۔

وہ یہ دیکھ کر مسکرائے۔ قریب گلاب کے پھول رکھے تھے۔ چند پنکھڑیاں ڈال کر دودھ کا پیالہ واپس بھیج دیا۔

حضرت شمس الدین ترکؒ دودھ پر گلاب کی پتیاں دیکھ کر مسکرائے اور حاضرین سے فرمایا،

"میں نے دودھ کا پیالہ بھیج کر پیغام دیا تھا کہ پیر و مرشد صابر کلیریؒ نے مجھے خلافت دے کر بھیجا ہے۔ انہوں نے گلاب کی پنکھڑیاں ڈال کر پیالہ واپس کر دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں میری خلافت سے سروکار نہیں۔ وہ یہاں اس طرح رہیں گے جیسے دودھ میں گلاب کی پنکھڑیاں ہیں۔"

میزبانِ رسول حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی اولاد میں سے ایک بزرگ خواجہ امام ناصر الدین جالندھریؒ اپنے صاحبزادے کے ہمراہ حضرت بو علی قلندرؒ کی زیارت کے لئے پانی پت تشریف لائے۔ انہوں نے امام ناصر الدینؒ سے فرمایا کہ بیٹے کو یہاں چھوڑ جاؤ۔ عرض کیا، اس کی ماں یہ صدمہ کیسے برداشت کرے گی؟ قلندر بو علی شاہؒ نے جلال میں زمین پر عصا مارا تو وہ دھنس گیا۔

فرمایا، لے جاسکتے ہو تو لے جاؤ۔ وہ بیٹے کو ان

کے پاس چھوڑ کر جالندھر آ گئے۔

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ محترم عظیمی صاحب کا نسبی سلسلہ خواجہ مبارک انصاریؒ بن خواجہ امام ناصر الدین جالندھریؒ سے ملتا ہے۔

حضرت بو علی شاہ قلندرؒ کے دیوان میں سے منتخب اشعار کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

۱۔ اے شرفؒ! اگر محبوب کا وصل چاہتا ہے تو بلبل کی طرح روز و شب نالے بلند کر۔ میں عشق کا مریض ہوں اور اپنی جان سے بیزار۔ طبیب میری نبض پر ہاتھ کیسے رکھے؟ ہم اس سے دور اور بہت دور ہیں، یہ افسوس کی بات ہے لیکن وہ ہماری رگِ جان سے زیادہ ہم سے قریب ہے۔

۲۔ میں جمالِ قلندری کے سمندر کا وہ موتی ہوں جس کا جوہری عالمِ غیوب کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اپنے آتشِ جمال سے نقاب اٹھا۔ تیرے چہرے سے دلوں میں آگ بھڑکتی ہے۔ میں تیری خوبیوں سے اس طرح غرقِ حیرت ہوں کہ میرے لئے شمال و جنوب کا فرق اٹھ گیا ہے۔ اے بیجوں کو پھاڑنے والے! تو اس بیج کو پھاڑ اور اسے درخت بنا دے۔

۳۔ اللہ عاشقوں کو علمِ لدنی بخشتا ہے۔ دنیا کا درسی علم حقیر ہے۔ شرفؒ کے سبق کا تعلق ابجدی تختیوں سے نہیں — اس کے سامنے دوست کے جمال کی لوح ہے۔

۴۔ ہم نے توحید کے کئی ہزار نکتے اس خط سے پڑھے ہیں جو تیرے حسن کی عبارت میں ہیں۔ تجھ سے جو روشنی میری آنکھ کو ملی، اس سے میری آنکھ حشر تک منور رہے گی۔ جو خوش بو تیری زلفوں سے میرے دماغ تک پہنچی، دماغ حشر تک اس سے معطر رہے گا۔ بو علیؒ سے معرفت کے راز مت کہو کیوں کہ اسے توحید کے ہزاروں نکتے ازبر ہیں۔

۵۔ وحدت کی تجلیاں بے شمار ہیں۔ پروردگار کی صنعت پر نظر ڈالنا واجب ہے۔ مقاماتِ محبت میں جلوہ گویا محبوب در محبوب در محبوب ہے۔ میں تو حیرت میں ڈوب گیا ہوں کہ اس سمندر کے موتیوں میں سے کون سا زیادہ چمک دار ہے۔ اے شرفؒ! عشق کی بسم اللہ یہی ہے کہ دل مرغِ بسمل کی طرح بے قرار ہے۔

حضرت بو علی شاہ قلندرؒ نے تین مثنویاں بھی لکھیں۔ ایک مثنوی "بلبل و گل" میں سے چند اشعار کا ترجمہ پڑھئے۔

دریا کا پانی جب دوسری موج مارتا ہے
حقیقت میں وہ پانی ہی جلوہ گر ہوتا ہے
نفس پانی ہے اور تیرا جسم بلبلے کی مانند
جب تو پانی ہو جائے گا تو جسم باقی نہیں رہے گا
جس طرح الف لام میں چھپ جاتا ہے
تو خود کو گم کر دے تاکہ ذات ظاہر ہو
جب ندی کا پانی دریا میں جا پہنچا
پھر ندی کے پانی کو دریا میں تلاش مت کر
جب تک تو ہے، یار تیرا یار کب ہوگا
جب تو نہیں ہوگا تو یار تیرا یار ہوگا

حضرت بو علی شاہ قلندرؒ سے ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے فیض پایا۔ ان کے وصال کے کئی سو سال بعد بھی عقیدت مندوں کو زیارت ہوئی اور باطنی علوم کی تحصیل کا سلسلہ جاری ہے۔

کتاب ''ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین'' میں مائی نوریؒ کا واقعہ لکھا ہے۔ وہ حضرت بو علی شاہؒ کی بڑی عقیدت مند تھیں۔ عشق میں گھر بار کو خیر باد کہا۔ اکثر خواب میں زیارت ہوتی۔ جب کیفیت بڑھی تو خواہش ہوئی کہ قلندر صاحبؒ خواب کے علاوہ بیداری میں بھی نظر آئیں۔ حضرت بو علی قلندرؒ نے فرمایا کہ ناگپور چلی جاؤ۔

نمی دانم کجا رفتم

اس کے جمال میں محو ہوں، نہیں جانتا میں کہاں گیا۔ اس کے وصال میں غرق ہوا، نہیں جانتا، میں کہاں گیا۔ اس کے چہرے کا غلام، زلفوں کا اسیر اور کوچے کا غبار ہوں، نہیں جانتا میں کہاں گیا۔ عشق میں مبتلا ہوا تو سر اس کے قدموں میں رکھ دیا۔ میں قلندر بو علیؒ، دوست کے نام پر مست ہوں۔ دل میں اس کا عشق بسا، نہیں جانتا میں کہاں گیا۔

مائی صاحبہؒ ناگپور پہنچیں۔ وہاں شہنشاہ ہفت اقلیم بابا تاج الدین ناگپوریؒ مقیم تھے۔ بابا صاحبؒ نے مائی نوریؒ کے پہنچنے سے پہلے حاضرین سے فرمایا،

''چلو رے! ہماری جوگن آرہی ہے۔''

حضرت بابا تاج الدینؒ اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے اور کچھ فاصلے پر رک گئے۔ مائی صاحبہؒ اسٹیشن پر اتریں تو بابا تاج الدینؒ پر نظر پڑی۔ ادب سے حاضر خدمت ہوئیں اور فیض پایا۔

حضرت بو علی شاہ قلندرؒ نے 1324ء (724ھ) کو رمضان المبارک کے دوسرے عشرے میں وفات پائی۔ ہر مذہب و ملت کے افراد ان کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں۔

Canderel®
with Stevia
Naturally Sweet
Zero Calorie Sweetener
Available in Tablets, Sachets and Jars
SEARLE

Since 1990

MOTOLUX

INDUSTRIES

A GLOVES ENGINEERING COMPANY.

Motolux Street,Muzzafarpur, Ugoki Road,
Sialkot-51340,Pakistan,
Tel: +92-52-3252284,Fax: +92-52-3240216
info@motolux.pk

شک ـــ یقین

مرکزی خیال : آدمی نے ہر دور میں ٹائم اور اسپیس کی اہمیت کو جانا ہے۔ محققین کی کوشش رہی ہے کہ ٹائم اور اسپیس کی نفی سے بھرپور زندگی (Smart Life) گزار سکیں۔ لہروں پر مبنی اطلاعاتی و خیالی نظام آدمی کے لئے نیا نہیں، مصر اور مایہ کے اہرام ہنوز لہروں کے اسرار کی ہزاروں سال پرانی کاوشوں کا ایک زاویہ بیان کر رہے ہیں۔ گلیلیو، نیوٹن، میکس ویل، آئن اسٹائن، اسکروڈنجر اور ڈاکٹر عبدالسلام جیسے کئی نوبل انعام یافتہ محققین نے لہروں سے متعلق قوانین سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی۔ مادی طبیعیات سے گزر کر جب خیالات نے مابعد الطبیعیات پر کمند ڈالنے کی کوشش کی تو ان کا ذہن مصلحتاً مادے (matter) میں گرفتار رہا۔ زیرِ نظر مضمون میں تحقیقی رجحان کی دو سمتوں کا تذکرہ ہے۔ خارج میں یہ رخ آدمی کی حسی، عضلاتی، فعلیاتی اور نفسیاتی تفہیم سے گزر کر ذہنی نقوش بناتا ہے۔ آدمی نے ہر دور اور زبان میں ان نقوش کو اپنے مطابق نام دیئے ہیں۔ باطن یا حالتِ نیند میں بھی نقوش بنتے ہیں مگر یہاں مادی جسم کی شمولیت دکھائی نہیں دیتی۔ دونوں حالتوں میں فرق ٹائم اور اسپیس کی رفتار کا ہے۔ اگر آج کا محقق مادیت میں تبدیلی کو سمجھنا چاہتا ہے تو اسے مادے (matter) کی اسپیس کے پیچھے کارفرما 'زمانیت' (Time) کا علم حاصل کرنا ہوگا۔

ہم جس معاشرے میں پیدا ہوتے اور زندگی گزارتے ہیں، اس سے طرزِ فکر بنتی ہے۔ ہم معمولات کو معاشرے سے حاصل مشاہداتی یا شہودی صلاحیت سے جانچتے ہیں۔ منطقی لحاظ سے شہودی صلاحیت میں فرق پیدا ہوتا ہے اور اندازِ بیاں مختلف ہو جاتا ہے۔ اگر آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ کسی معاشرے یا قوم کا اندازِ بیاں مختلف ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ غلط بھی ہو تو عرض یہ ہے کہ مختلف ہونے کی وجہ سے ضروری نہیں کہ وہ صحیح بھی ہو۔

غیر جانبدار ذہن یا طالب علم سوچتا ہے،

۱۔ رنگ رنگ قبائل، معاشرے اور قوم کے مابین تصورات کی اضافیت کیا ہے جب کہ بچے، جوان اور بوڑھے میں اطلاع (انفارمیشن) کے حواس یکساں ہیں؟

۲۔ کیا اصل و نقل، صحیح و غلط کی طرز کی بھی اضافیت ہے؟

۳۔ اگر اضافیت ہے تو اس کی صداقت کا پیمانہ (Standard Gauge) کیا ہے؟

تحقیق و تلاش کا ذوق رکھنے والے خواتین و حضرات حقیقت کی تلاش سے متعلق قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ پڑھ سکتے ہیں۔

◇———◇———◇

جس نظامِ قدرت میں ہم زندگی گزار رہے ہیں، وہاں افراد کے مابین اختلافِ بیان کے باوجود ہم کسی بھی طبقے کے شہود اور تفہیم کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ روایتی حواس نے شخصی ظرف کے مطابق کائنات کا جیسا اور جس حد تک مشاہدہ کیا ہے، اس کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل بھی فرد کی شہودی صلاحیت کا خاصہ ہے۔

حسیات نے کیا محسوس کیا؟

آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا انحصار کم و بیش شخصی، عضلاتی، نفسیاتی اور شعوری نشوونما سے ہے لیکن یہ مسلّم ہے کہ حقیقت میں تغیر کا دخل نہیں۔ اس قانون کو پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کے قصے میں بیان کیا گیا ہے۔

"جب رات نے ان کو پردۂ تاریکی سے ڈھانپ لیا تو آسمان میں ایک ستارہ نظر آیا۔ کہنے لگے، یہ میرا پروردگار ہے۔ جب چھپ گیا تو کہنے لگے کہ مجھے چھپ جانے والے پسند نہیں۔ پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک رہا ہے تو کہنے لگے، یہ میرا پروردگار ہے لیکن جب وہ بھی چھپ گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں۔ پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے کہ میرا پروردگار یہ ہے، یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے، لوگو! جن چیزوں کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو، میں ان سے بیزار ہوں۔" (الانعام: ۷۶۔۷۸)

مشاہدات اور تجربات کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقت میں تغیر نہیں ہوتا۔ حقیقت ہر قسم کی حسی اضافیت سے ماوراء ہے۔

◇———◇———◇

سنجیدہ اور نیوٹرل تحقیق کا حاصل اس وقت

قابلِ قبول ہے جب اس کے نتائج ہر دور میں غیر متغیر رہیں ___ تمام تحقیقی زاویے اور ذرائع، مشاہدات، تجربات اور آلات سے حقائق میں کسی دور یا زمانے میں، کسی طرز کی تبدیلی نہ ہو۔ قرآن کریم میں اس کا وضاحت سے بیان ہے۔

پیغمبران کرام علیہم السلام کی تعلیمات پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے دور میں عوام کو جن علوم سے متعارف کیا، ادوار آتے جاتے رہے مگر یہ علوم کسی دور میں تبدیل نہیں ہوئے۔ قرآن کریم میں ہے،

"یہ ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔ اس میں باطل کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ کتاب حکمت والے خوبیوں والے کی اتاری ہوئی ہے۔ اے پیغمبرؐ! تم سے وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تم سے پہلے پیغمبروں سے کہی گئی تھیں۔ بے شک تمہارا پروردگار بخش دینے والا ہے۔" (حٰمٓ السجدۃ: ۴۱۔۴۳)

تحریر کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم نیوٹرل ذہن سے دیدہ و نادیدہ مظاہر کے پس پردہ حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں تو معیار کا تعین کرنا ہوگا جس میں تغیر نہ ہو۔

فی زمانہ تحقیق و تلاش (سائنس) اور ٹیکنالوجی پر مبنی حقائق کو اس وقت درست تسلیم کیا جاتا ہے جب جغرافیائی لحاظ سے متعلق شہودی نتائج یکساں ہوں۔ اس معیار پر آج کتنے علوم پورے اترتے ہیں ___ اس بارے میں قارئین کی رائے کا انتظار ہے۔

غیر جانبدار محقق یا طالب علم کا ذہن نتائج تب قبول کرتا ہے جب ضمیر مطمئن ہو۔ لمحۂ فکر ہے کہ آدمی کی مرتب کردہ معلوم تاریخ میں تغیر سے پاک حقائق کا سراغ نہیں ملتا۔ اس کی بہت سی وجوہات سامنے آتی ہیں۔ صرف گزشتہ تین سو سے پانچ سو سال کی تاریخ کا مطالعہ واضح طور پر متعصبانہ اور جانبدار لٹریچر پر مبنی ہے حتیٰ کہ اس دورانیے کے مسودات اور نظریات کا مطالعہ کیا جائے تو ایک ہی گروہ کے محققین بھی آپس میں غیر متفق نظر آتے ہیں۔

علمِ طبیعیات کے محققین نیوٹن، کیپلر، آئن اسٹائن، ہائیزن برگ، بوہر، ایڈمنڈ ہبلر، اسٹیفن ہاکنگ جیسے یکتائے روزگار بتائے جانے والے نوبل انعام یافتہ شخصیات کے نام اور خدمات ریکارڈ ہیں۔ حرکی، سکونی، برقی، ثقلی، مقناطیسی، ایٹمی و تاب کاری، فضائی و سماوی، کہکشانی نظام

اور دوسرے موضوعات پر مذکورہ محققین کی کتب اور مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے موجود ہیں۔ جب طالب علم کسی بھی موضوع پر تحقیق کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے غیر متفق، لایعنی نظریات اور شکوک وشبہات پر مبنی تصورات ملتے ہیں۔ مفروضات اور جانبدار طرزِ شہود کے تحت کی گئی تحقیق پر اب تک کثیر وسائل اور سرمایہ خرچ ہو چکا ہے مگر نتیجہ نسل در نسل شک، بے یقینی، مایوسی اور بیمار جسم ہے۔

◇———◇———◇

کم و بیش ساڑھے سات ارب انسانی آبادی میں ہر فرد کسی نہ کسی حیثیت میں اللہ سے واقف ہے اور شخصی یا معاشرتی بود و باش کے زیر اثر الہامی کتب سے آشنا ہے مگر اکثریت کی زندگی الہامی کتب میں پیش کردہ ضابطۂ حیات سے عاری نظر آتی ہے۔ ریسرچ کے لئے جو تحقیقی مواد استعمال کیا جاتا ہے، وہ اپنے سے پہلے اور ہم عصر محققین کی زیادہ تر تحقیق کو ناقص قرار دیتا ہے اور طالب علم کو شک کے اندھیرے میں چھوڑ دیتا ہے۔

الہامی کتب اور آخری آسمانی کتاب قرآن کریم میں یقین پر مبنی طرز فکر اختیار کرنے کا حکم ہے اور شک پر مبنی طرز فکر کے جال میں گرفتار ہونے سے خبردار کیا گیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے،

"قسم ہے عصر کی۔ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور آپس میں حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔"

(العصر: ۱۔۳)

وہ لوگ جو ایمان لائے، یہ الفاظ یقین کی طرز یا pattern of certainty سے متعلق ہیں جب کہ نیک عمل کرتے رہے کے الفاظ طریقِ کار یا methodology ہیں کہ فرد "یقین" پر کس طرح گامزن ہو۔

اللہ کے نظام میں تبدیلی اور تعطل نہیں۔ نیکی کروڑوں سال بعد بھی نیکی ہے اور برائی کروڑوں سال بعد بھی برائی ہے۔

"پھر جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہے، وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہے، وہ اس کو دیکھ لے گا۔" (الزلزال: ۷۔۸)

اللہ نے جو نظام متعین کیا ہے، اس میں تبدیلی نہیں اور اس نظام پر عمل کرنا نیکی ہے۔

(قسط: ۱۴)

◇———◇———◇

سرورق کی تشریح

"ماہنامہ قلندر شعور" فروری 2023ء کے سرورق پر ستارہ "الشعریٰ" کو تلاش کرنے کی مشق دی گئی تھی۔ خواتین وحضرات نے ستارہ شناسی کی مشق کی۔ منتخب خطوط پڑھیے۔

---

(1) فروری 2023ء کا سرورق دیکھ کر یہ آیت حافظے میں روشن ہوئی،

"اور ستاروں سے بھی لوگ راہ پاتے ہیں۔" (النحل: ١٦)

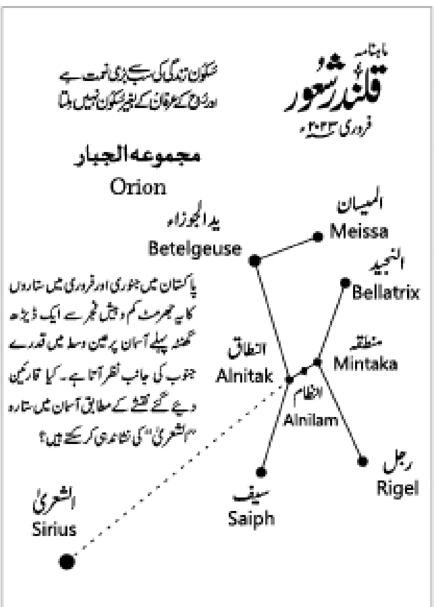

سرورق پر ستاروں کے مشہور جھرمٹ الجبار (Orion) کا نقشہ، سورج کے بعد روشن تر ستارے "الشعریٰ" کے ساتھ موجود ہے۔ سرورق پر دی گئی ہدایت کے مطابق آسمان پر ستاروں کا مطالعہ کیا اور ان میں ستارہ "الشعریٰ" کو تلاش کیا۔

مشق کے دوران جب آسمان پر دوسرے حصوں اور سمتوں پر نظر گئی تو روز ایک ہی شکل کے کئی جھرمٹ دیکھے جن کے اپنے نام اور طلوع وغروب کے اوقات ہیں۔

ستارہ شناسی کی مشق کے دوران قرآن کریم کی آیت "وہ ستارے سے راہ پاتے ہیں" کے معانی اور مفہوم پر غور کیا۔

ہر جھرمٹ ایک بنا بنایا نقشہ، علامت یا علامات کا مجموعہ ہے۔ ان کی شکلیں مختلف ہیں جس کی بنا پر وسیع و عریض آسمان میں سمتوں کا تعین کرنے اور تحقیق کے لئے اسے مختلف حصوں میں تقسیم کرنے

میں مدد ملتی ہے۔ستاروں اور ان کے جھرمٹوں کے درمیان فاصلے معین ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آسمان پر تمام ستارے ہر طرف یکساں نظر آتے جس سے سمتوں کا تعین اور راہ تلاش کرنا ممکن نہ ہوتا۔

ستاروں کے جھرمٹ کو مختلف ممالک سے دیکھا جائے تو یہ نظارہ ہر جگہ الگ نظر آتا ہے۔ اس طرح دنیا کے ہر خطے سے آسمان کا نظارہ منفرد اور مختلف ہے۔ مثلاً قطب جنوبی یعنی انٹارکٹیکا یا اس کے قریب ترین علاقوں جیسے جنوبی چلی، ارجنٹینا، جنوبی افریقا، جنوبی آسٹریلیا، جزیرہ تسمانیہ اور نیوزی لینڈ سے آسمان کا نظارہ، اس پر موجود جھرمٹوں اور ان کی آسمان پر پوزیشن ــــ روس، اسکینڈے نیویا کے ممالک، کینیڈا اور قطب شمالی کے قریبی علاقوں سے مختلف نظر آتی ہے۔ جس ملک سے آسمان کو دیکھیں، نظارہ منفرد و مختلف ہے۔ زمین کے استوائی علاقوں، خطِ جدی اور خطِ سرطان کے درمیان موجود خطوں اور ممالک میں بھی آسمان کے مشاہدے کی یہی صورت حال ہے۔

ماہرِ فلکیات ستاروں کے جھرمٹوں کی مدد سے نہ صرف آسمان کو کئی سمتوں میں تقسیم کرتے ہیں بلکہ ان کی مدد سے زمین کے مختلف علاقوں اور طبقات کی تخصیص ہو جاتی ہے۔ جس طرح مجموعہ "الجبار" میں ہر ستارے کا حجم، کیت اور رنگ الگ ہے، یہی صورت دوسرے جھرمٹوں کی ہے۔ ستارے "الشعریٰ" اور "ید الجوزاء" کو چند منٹ بغور دیکھنے سے بالترتیب نیلا اور نارنجی رنگ ظاہر ہوتا ہے۔

ہر روز مشق کے دوران شمال میں ایک ہی جگہ پر موجود مشہور قطب ستارے کو دیکھا۔ قطب شمالی کے عین اوپر واقع اس ستارے کا نظر آنے والا حجم اگرچہ زیادہ نہیں لیکن نمایاں ہے۔ اسے نارتھ اسٹار اور قطب ستارہ بھی کہتے ہیں۔ قطب ستارہ دیکھتے ہوئے ذہن میں سوال آیا۔

(۱) اس ستارے کی وجہِ شہرت کیا صرف یہ ہے کہ یہ شمالی قطب کے اوپر ہے اور سمتوں کے تعین میں اسے کلیدی اہمیت حاصل ہے؟ کیا اور خصوصیات اس سے منسلک ہیں؟

جواب ذہن میں نہیں آیا۔ دلچسپ بات ہے کہ یہ ستارہ قطب جنوبی میں نظر نہیں آتا۔

سوال یہ ہے کہ کیا جنوبی قطب کے اوپر بھی اس طرح کا قطب ستارہ موجود ہے؟

معلوم ہوا کہ جنوبی قطب میں ایک ستارہ، شمالی قطب ستارے کے مقابل موجود ہے اور جنوبی قطب

ستارہ کہلاتا ہے۔ ماہرِ فلکیات نے اسے جنوبی قطب ستارہ (Polaris Australis) کا نام دیا ہے۔

جھرمٹ " الجبار" کو دیکھ کر خواہش پیدا ہوتی ہے کہ جو جھرمٹ اور ستارے زمین کے دوسرے خطوں سے نظر آتے ہیں، ان کا بھی مشاہدہ اور مطالعہ کیا جائے۔ ستاروں کو دیکھتے اور ان سے بات چیت کرتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ یہ ہماری طرح مختلف شخصیت، مزاج، طبائع اور دلچسپی رکھتے ہیں۔ ستارے جیتی جاگتی، باشعور وباحواس مخلوق ہیں، ان کے قبائل اور خاندان ہیں۔ زمین کی حدود سے باہر لامحدود دنیا میں داخل ہونے کی ایک کوشش ستاروں کا مشاہدہ کرنا ہے۔

تشریح : مکمل مینا

---

② گزشتہ دنوں جنوبی پنجاب کے ایک گاؤں جانا ہوا۔ صبح تقریباً ساڑھے چار بجے جاگ کر ستاروں سے بھرے آسمان کو دیکھا تو تھوڑی دیر میں جھرمٹ "الجبار" نظر آیا۔ کچھ دیر کے بعد ستاروں میں رنگ نظر آئے۔ دیکھا کہ ستارے باریک تاروں کے ذریعے باہم جڑے ہوئے ہیں اور باریک تاروں کے ذریعے آسمان سے لٹکے ہوئے ہیں۔ پھر ستارہ "الشعریٰ" پر نظر گئی جو مسلسل حرکت میں تھا— روشنی کم زیادہ ہو رہی تھی۔ یکسوئی بڑھی تو ستارے کے پیچھے آسمان بادلوں کی طرح محسوس ہوا۔ یہ جھرمٹ روز دیکھا اور دوسروں کو بھی دکھایا۔ (رمیز یونس۔ فیصل آباد)

③ فجر سے آدھا گھنٹہ پہلے قدرے جنوب مشرق کی جانب بہت زیادہ چمک رکھنے والا ایک ستارہ دیکھا۔ یہ "الشعریٰ" تھا۔ (عدنان نذیر۔ اٹک)

④ 14 فروری کو فجر سے ایک گھنٹہ پہلے آسمان میں "الجبار" جھرمٹ دیکھا۔ ساخت وہی تھی جیسی فروری 2023ء کے سرورق پر ہے۔ (جویریہ یاسین، فیصل آباد)

⑤ پہلے جھرمٹ "الجبار" پھر ستارہ "الشعریٰ" نظر آیا۔ یہ شعوری طور پر ستاروں کی دنیا سے میرا پہلا ربط تھا۔ محسوس ہوا کہ میں ستاروں سے بات کر رہی ہوں۔ (زہرہ فرید۔ پاک پتن)

سنک ہول

دنیا عجائبات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ پہاڑ کئی قسم کے ہیں اور سب معدنیات کا ذخیرہ ہیں۔ معدنیات کی وجہ سے پہاڑوں کی ساخت میں فرق ہے۔ بعض پہاڑوں سے چشمے نکلتے ہیں اور آبشار بہتے ہیں، ان میں پانی کہاں سے آتا ہے؟ بعض پہاڑوں سے لاوا ابلتا ہے، ان میں آگ کس نے دہکائی ہے؟

زمین ایک ہے مگر اس میں الگ الگ قطعات ہیں۔ کہیں زمین بھربھری ہے، کہیں ریتیلی ہے، کہیں سرخ ہے، کہیں سفید ہے، کہیں اس میں گیس، پٹرول اور کوئلے کے ذخیرے ہیں اور بہت سی دوسری معدنیات ہیں۔ لوگ زمین میں اس مقام کے قریب رہنا پسند کرتے ہیں جہاں پانی ہوتا ہے۔ پانی کے قریب بستیاں آباد ہوتی ہیں اور ایسے علاقے زرخیز ہوتے ہیں۔ پانی کی وجہ سے زمین میں ولدل بنتی ہے اور بعض مقامات پر پانی زیادہ ہونے سے زمین بیٹھنے کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

9 فروری 2023ء کو لاہور کے علاقے جوہر ٹاؤن میں لگ بھگ 40 فٹ چوڑا اور 14 فٹ گہرا گڑھا (sinkhole) بن گیا۔ ماہرین کا اندازہ تھا کہ اس مقام پر زیر زمین 48 انچ چوڑی پائپ لائن سے پانی رِس رہا تھا اس لئے زمین بیٹھ گئی۔ 2016ء میں جاپان کے شہر فکوکا (Fukuoka) میں ایک گڑھا پڑا جس کی چوڑائی 98 فٹ اور گہرائی 50 فٹ تھی۔ جاپانی ماہرین کو اسے بھرنے میں ایک ہفتہ لگا۔ 2013ء میں امریکی ریاست فلوریڈا کے ایک گھر میں ایسا ہی ایک گڑھا بنا جو ایک مکین کو لے کر غائب ہوگیا۔ دو سال بعد گڑھا دوبارہ نمودار ہوا۔ مقامی انتظامیہ نے مکان کو رہائش کے لئے ممنوع قرار دیا۔

محققین کے مطابق زیادہ تر گڑھوں کی وجہ زیر زمین پانی اور چونے کے پتھر کا ملاپ ہے۔ زمین میں کسی مقام پر چونے کا پتھر ہو اور وہاں پانی آجائے تو وہ چونے کے پتھر کو گلانا شروع کر دیتا ہے۔

گڑھا بننے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض مقامات پر زیر زمین غار ہوتے ہیں جن کی چھت گرنے سے یہ گڑھے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ کسی مقام پر زمین کب بیٹھ جائے، پہلے سے علم نہیں ہوتا۔ اگر اس علاقے میں ایسے لوگ موجود ہوں جو زمین کی حرکات کو سمجھتے ہیں تو وہ لوگوں کو خبردار کر دیتے ہیں۔ زمین کیوں بیٹھتی ہے، اس حوالے سے تحقیقات جاری ہیں۔

بی بی انورادھا

سمندر کا ذہن

ان کے الفاظ مجھے ساحل سے سمندر کے وسط میں لاتے ہیں پھر گہرے پانی میں لے جاتے ہیں جہاں فہم گم ہو جاتی ہے — سمندر یاد رہتا ہے نہ اس کی وسعت — ذہن سمندر بن جاتا ہے۔

"ہم اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔" (البقرۃ: ۱۵۶)

اس قول کو قرار ہے جس کی ابتدا، انتہا، ظاہر اور باطن مشیتِ الٰہی کے تابع ہو۔ بصورتِ دیگر اس کی حیثیت قولِ بے قرار کی ہے جس کا ٹھکانہ زمین میں ہے نہ آسمان میں۔

کھانے کی میز پر سیب رکھا ہوا تھا۔ سرخ خول کی خوب صورتی دیدہ زیب تھی۔ چھری سے اس کی قاشیں بنائیں تو سرخ رنگ کے پردے میں زردی مائل سفید گودا ظاہر ہوا۔ اس لمحے یہ انکشاف ہوا کہ سرخ رنگ کا خول جسے میں سیب سمجھ رہی ہوں، وہ پوست (چھلکا) ہے جس نے سیب میں عناصر کو یکجا رکھا ہے۔

سیب کے اندر چھوٹے کتھئی بیج ٹکٹکی باندھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ ایک بیج اٹھا کر دو میں تقسیم کیا، دو سے چار اور چار سے 16 ہوئے، جتنے ٹکڑے ہو سکتے تھے، میں نے کئے۔ دیکھا کہ کتھئی بیج اندر میں سبز تھا اور جسے بیج سمجھ رہی تھی، وہ خول ہے۔ مادی خول کو جتنا تقسیم کر سکتی تھی، میں نے کیا یہاں تک کہ بیج کے مادی وجود کی نفی ہو گئی۔ وہ تقسیم در تقسیم ہو کر چھپ گیا۔

اس لمحے کسی دانا کی بات یاد آئی کہ جس نے ایک سوال کے جواب میں اپنے شاگرد سے کہا تھا کہ جسے تم چھپا ہوا کہہ رہے ہو، وہی شے کی اصل ہے — وہی اس کا جوہر ہے۔

سائنس (تحقیق و تلاش) اس جوہر کو "توانائی" کا نام دیتی ہے۔ آسمانی کتابوں میں اسے "نور" یا "روشنی" کہا گیا ہے۔

آسمانوں اور زمین کی بنیاد نور ہے اور نور سے ظاہر ہونے والی بنیاد بھی نور ہے۔ جوہر کو نور کے

سوا کیا کہہ سکتے ہیں؟

مادہ (Matter) آخری حد تک تقسیم ہو کر غائب ہو جاتا ہے مگر اسے حرکت دینے والی توانائی غائب نہیں ہوتی۔ جب آنکھ شے کو نہیں دیکھتی تو غائب سمجھ کر تحقیق کرتی ہے۔ نتیجتاً تحقیق میں سے شے کا جوہر غائب ہو جاتا ہے اور وہ توانائی نہیں رہتی جس کے بل پر تحقیق ایک دور سے دوسرے دور کا سفر کرے اور سب کے لئے قابلِ قبول ہو۔ دوسرا محقق اسے رد کر کے اپنا نظریہ پیش کرتا ہے جو جلد یا بدیر پہلے نظریے کی طرح تبدیل ہو جاتا ہے۔

تحقیق میں یہ حقیقت ملحوظِ خاطر رہنی چاہئے کہ ہر شے اللہ کی طرف سے آتی ہے اور اللہ کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ وسائل جس ہستی نے تخلیق کئے ہیں، تحقیق میں اس ہستی کا ذکر نہ ہو تو تحقیق ادھوری ہے، کوئی نیا ترقی پسند نظریہ اس کی جگہ لے لیتا ہے اور کچھ عرصے بعد یہ نظریہ بھی بدل جاتا ہے۔

تلاش کا مرکز مادے کی اصل ہو تو نتائج میں ردّوبدل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس مادے کو تحقیق کا مرکز بنانے سے نتائج بدلتے رہتے ہیں کیوں کہ مادہ تغیر پذیر ہے۔ اللہ کے دوست مطلق سچائی کو جانتے ہیں، وہ تحقیق و تلاش کیئر آف اللہ (Care of Allah) کرتے ہیں۔

میں ساحل پر کھڑی تھی، سمندر کی گہرائی کا کھوج لگانے قدم بہ قدم پانی کی جانب بڑھ رہی تھی۔ ساحل پر آنے والی لہریں اور لہروں میں قسم قسم کے ذرّات دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ ان کو چھوا تو لہریں ساحل پر دستک دیتے ہی سمندر کی طرف پلٹ گئیں۔

سمندر کو جاننے کی طلب بڑھ گئی۔ قدم لہروں کا تعاقب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آدھا جسم پانی میں چھپ گیا۔ ساحل کی بہ نسبت اس مقام سے پانی کو دیکھنے اور محسوس کرنے کا تجربہ منفرد تھا۔ قدم آگے بڑھ رہے تھے اور ذہن گہرائی میں اتر رہا تھا۔ سمجھ یہ رہی تھی کہ میں آگے بڑھ رہی ہوں جب کہ میں آگے نہیں بڑھ رہی تھی، اس مقام کی طرف واپس جا رہی تھی جہاں سے لہریں ساحل کی طرف آتی ہیں اور جہاں سے میں خود آئی ہوں۔

کسی شے کی کنہ سے واقف ہونے کو تحقیق و تلاش (سائنس) ترقی یا آگے بڑھنا کہتی ہے جب کہ کنہ تک پہنچنے کا سفر ماضی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے ہم آئے ہیں۔ پھر ہم آگے کہاں

بڑھے۔ آگاہی کے ہر مرحلے کے ساتھ ہم پیچھے (source) کی طرف جارہے ہیں، ماضی میں داخل ہورہے ہیں مگر لاعلمی کی وجہ سے ہم اس عمل کو آگے بڑھنا سمجھتے ہیں۔

مرشد کریم کی کتابیں پڑھتے وقت کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ان کے الفاظ مجھے ساحل سے سمندر کے وسط میں لاتے ہیں پھر گہرے پانی میں لے جاتے ہیں جہاں فہم گم ہوجاتی ہے — سمندر یاد رہتا ہے نہ اس کی وسعت — ذہن سمندر بن جاتا ہے۔ جب تک میں اس حالت میں رہتی ہوں، ماحول سے غافل ہوجاتی ہوں۔ یہ سکون کا حقیقی درجہ ہے کہ نہ آنے کی خبر ہو نہ جانے کی، آدمی کی میں گم ہوجائے۔

مرشد کریم چاہتے ہیں کہ آدمی زندگی کی خبر رکھتے ہوئے دلی سکون حاصل کرے۔

سوچتی ہوں کہ یہ کیسے ہوگا؟
ایک طرف شور ہے،
دوسری طرف سکوت ہے۔
ان کے درمیان توازن کیسے قائم ہو؟

توجہ دوبارہ سیب کی طرف گئی۔ جب کوئی چیز استعمال کی جاتی ہے تو وہ پہلی حالت میں نہیں رہتی، بدل جاتی ہے۔ سیب کھا کر بیج کیاری میں ڈال دیئے۔ سوچا کہ ان میں سے کچھ مٹی بن کر زمین کو زرخیز کریں گے، کچھ سیب کے بڑے درخت بن جائیں گے اور کچھ توانائی بن کر خون میں شامل ہوں گے۔

آگہی نے دستک دی — زمین اور پانی کی توانائی استعمال کر کے بیج درخت بنا۔ درخت نے پانی اور زمین کی توانائی پر تصرف کر کے سیب پیدا کیا۔ سیب کی پرورش درخت، پانی اور زمین کی توانائی سے ہوئی اور سیب کھانے سے ان چیزوں کی توانائی جسم میں جذب ہوگئی۔

کیا یہ میں ہوں جو اپنے روزمرہ معمولات انجام دیتی ہوں یا یہ پانی، زمین، چاند، سورج، ہوا، درخت، سیب اور وہ عناصر ہیں جن سے نشوونما ہوئی ہے اور جن کی توانائی خون میں شامل ہوکر جسم میں دَور کرتی ہے؟

جسم میں کوئی شے ایسی نہیں تھی جو کہہ سکوں کہ خالصتاً میری ہے۔ سیب کی طرح میرا جسم خول ہے جس نے اندر میں پرتوں کو یک جان رکھا ہے۔ یہ توانائی ان عناصر کا حاصل ہے جن سے میں نے اپنی پیدائش سے لے کر اب تک

استفادہ کیا ہے۔

میں ایک نہیں، بہت سارے عناصر کا مجموعہ ہوں۔ میرے تجربات صرف میرے نہیں، اس میں زمین و آسمان میں موجود ہر شے کا تعاون، فہم اور ایثار شامل ہے۔ پانی، مٹی، چاند، سورج، ستارے، ہوا، پودے، پہاڑ، معدنیات، درخت، جانور، پرندے، بیکٹیریا، وائرس اور گیسیں — نشوونما اور حفاظت کے لئے ایثار کرنے والوں کی فہرست طویل ہے۔

آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا کہ کس طرح کھربوں مفید بیکٹیریا نے مٹی کے ذرّات کو مجتمع رکھا ہے اور بقا کے لئے مسلسل سرگرم عمل ہیں۔

سیب کھانے کے دوران ایک دوست کی بات یاد آئی۔ اس نے کہا تھا کہ "کیلوریز دیکھ کر کھایا کرو"۔ میرے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے سوچا کہ کیلوریز کہاں ہیں — خول میں یا پھل کے جوہر میں؟ اگر سیب کو غذا یا کیلوریز سمجھ کر کھاؤں تو میں کثافت کھا رہی ہوں کیوں کہ سیب کو کھایا نہ جائے تو کچھ دن بعد وہ سڑ جاتا ہے۔ اگر تصور یہ ہو کہ میں توانائی کھا رہی ہوں تو اثر کیا ہوگا —؟

سمجھ میں یہ آیا کہ میں سیب نہیں کھا رہی، میرے اندر توانائی سیب میں توانائی کو کھا رہی ہے۔ اگر زندگی کے ہر موڑ پر یہ بات یاد رہے تو زندگی کا رخ بدل جائے گا۔

سیب کھانے کے دوران میں دانت میں درد کی شدید لہر اٹھی۔ فوری تدارک کے لئے دندان ساز (dentist) کے پاس جانے کا فیصلہ کیا۔

گاڑی پارک کر کے کلینک کی طرف جا رہی تھی کہ بدبو آئی جیسے مردہ جانور کی ہو۔

- بدبو کیا ہے؟
- جسم کیوں خراب ہوتا ہے؟
- اس میں موجود بیکٹیریا کہاں چلے جاتے ہیں؟
- مرنا کیا صرف ایک فرد کی موت ہے یا ان عناصر پر بھی موت وارد ہوتی ہے جن سے مل کر جسم بنتا ہے؟
- کیا مرنے کے بعد میرے جسم سے بھی بدبو آئے گی؟

کلینک میں استقبالیہ پر موجود فرد کی آواز مجھے خیالات کی دنیا سے واپس لائی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ آپ اندر جا سکتی ہیں۔

دندان ساز نے معائنہ کرتے ہوئے بتایا کہ

مسوڑھوں میں مسئلہ ہے، cauterization* کی ضرورت ہے۔ جیسے ہی علاج شروع ہوا، جلن محسوس ہوئی اور ناقابلِ برداشت بدبو آئی۔

مجھے اپنے سوال کا جواب مل گیا۔

علاج مسوڑھوں کا ہوا لیکن اثرات طرزِ فکر پر مرتب ہوئے۔

توانائی کسی نہ کسی لبادے میں ظاہر ہوتی ہے۔ لبادہ ہمہ وقت تغیر پذیر ہے۔ جتنا زیادہ تغیر پر دھیان ہوتا ہے، زندگی اتنی افراتفری کے عالم میں گزرتی ہے۔ اور جتنا ہم اندر سے جڑے رہتے ہیں، بے قراری کو قرار آجاتا ہے۔

گھر واپس جاتے ہوئے راستے میں ہر فرد اور منظر کے ظاہر* کو دیکھنے کی بجائے اس میں زندگی کے جوہر (توانائی) کو دیکھنے کی مشق کی۔ ایسا کرنے سے کچھ وقت کے لئے ذہن سے خدوخال کا فرق محو ہوگیا، ہر شے، منظر اور فرد سے اپنائیت محسوس ہوئی جیسے سب ایک ہیں مگر مختلف حالت اختیار کرکے ایک دوسرے سے تعاون کر رہے ہیں۔

یہ معمولی تبدیلی نہیں تھی۔

بارش کی آواز

آسٹریلوی پرندہ کیوی رزق کے حصول کے لئے جو طریقہ اختیار کرتا ہے وہ دلچسپ ہے۔ جب کافی تلاش کے باوجود شکار ہاتھ نہیں لگتا تو یہ بارش کی آواز سے مشابہ آواز نکالتا ہے۔ زمین کے اندر رہنے والے کیڑے مکوڑے یہ سمجھ کر کہ بارش ہو رہی ہے، زمین سے باہر نکل آتے ہیں اور کیوی کی غذا بن جاتے ہیں۔

دل نے سرگوشی کی، اندر کی دنیا اجتماعی شعور کا دروازہ ہے جہاں اختلافات — میں اور تم، میں اور وہ، ختم ہو جاتے ہیں۔ خول آدمی کا ہو، پھل کا ہو یا پہاڑ کا، ہر شے ایک ہی جوہر (ماخذ) سے پیدا ہوئی ہے جسے اللہ نے نور فرمایا ہے۔

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔"

(النور: ۳۵)

نور کے ذریعے قدرت نے ہر مخلوق کو ایک لڑی میں پرویا ہوا ہے۔ ہمارا رب، ہمارا خالق ایک ہے۔ اللہ کی طرف سے ہم آتے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

---

* Cauterization (علاج کے لئے گرم آلے سے داغنے کا عمل) * ظاہر (بیرونی خول یا مٹی کا جسم)

Manufacturer of
Embroided Lace & Fabrics

PRIME LACE INDUSTRIES (PVT.) LTD.

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

اظہر حسین

صبح صادق

الہامی کتابوں کے مطابق رات کے حواس سے مستفید ہونا تب ممکن ہے جب آدمی دن رات میں تمام دینی و دنیاوی معاملات میں "قیام الصلوٰۃ" کی کیفیت میں ہو یعنی مرتبۂ احسان حاصل ہو۔

رات آخری پہر میں داخل ہوتی ہے تو مرغ بانگ دیتا ہے، چڑیوں* کی مدہم چہچہاہٹ سے فضا پر کیف ہو جاتی ہے، پرندوں کی حرکت سے پتّوں کی چادر میں چھپے درخت میں ہلچل شروع ہوتی ہے، دور سے کسی جانور کی آواز آتی ہے، ہوا بادِ نسیم بن جاتی ہے، آدمی گہری نیند میں ہوتا ہے مگر اس کی برادری کا ایک فرد "انسان" اندر میں گھڑی* کی ٹک ٹک سن کر نیند سے جاگتا ہے اور باوضو ہو کر صبح کی شفق پھیلنے سے پہلے عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے۔

صبح صادق — فجر سے پہلے رات کا آخری پہر، عبادت گزار مخلوق کے جاگنے کا وقت ہے۔ چڑیا، مرغ، جانور، پودے، درخت، ہوا اور انسان کی بیداری سے فضا میں سکوت کی مقداریں متاثر نہیں ہوتیں۔ سب اپنی اپنی آواز میں ایک دوسرے سے ہم آواز ہو کر اللہ کی عبادت میں یکسو ہوتے ہیں۔

الہامی کتابوں میں رات کے مختلف اوقات کی اہمیت اور ان میں عبادت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان میں لہروں کی گردش نمایاں ہو جاتی ہے جن سے ذہن کی رفتار بڑھتی ہے اور دماغ کے خلیات چارج ہوتے ہیں۔ سب سے اہم یہ کہ ان اوقات میں عبادت سے بندہ اپنے رب سے قریب ہو جاتا ہے۔

علی الصباح جاگنے کے فوائد سے ہر فرد استفادہ

---

* چڑیاں (بزرگ فرماتے ہیں کہ چڑیوں کی چہکار دراصل ان کی باجماعت عبادت ہے۔)
* اندر میں گھڑی (ضمیر)

کرتا ہے، چاہے جس مقصد سے جاگے۔ نظامِ کائنات میں متحرک لہریں خدمت گزار ہیں۔ فرد وقت کے جس پہر سے استفادہ کرتا ہے، لہریں اس پہر کی صلاحیت کے مطابق فرد کی معاون بن جاتی ہیں۔

قوموں کے عروج و زوال میں نیند اور بیداری کے اوقات اہم ہیں۔ تختِ برطانیہ کے بارے میں مشہور تھا کہ ان کی سلطنت میں سورج نہیں ڈوبتا۔ اتنی وسیع سلطنت تھی کہ اس میں کہیں دن تو کہیں رات ہوتی تھی۔

بتایا جاتا ہے کہ انگریز جب ہندوستان آئے تو ان کے دوپہر کے کھانے اور ہندوستان کے روسا کے ناشتے کا وقت ایک تھا۔ انگریز افسر سویرے اٹھتے، ورزش کرتے اور ناشتہ کرکے دفتر جاتے جب کہ دیر سے جاگنا عیش و عشرت میں مست بادشاہوں اور رفقا کا معمول تھا۔

2018ء میں "میرا صبح کا معمول: کامیاب لوگوں کو منفرد خیالات کس طرح آتے ہیں" کے عنوان سے کتاب شائع ہوئی۔ مصنف نے ان لوگوں کے انٹرویو کئے تھے جو معاشی و سماجی میدان میں کامیاب تھے۔ یہ سب صبح سویرے جاگتے تھے۔ ان میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو چھ بجے سے پہلے بیدار ہوتے تھے۔

ایک بڑے ادارے کے چیف ایگزیکٹو آفیسر نے بتایا کہ وہ صبح چھ بجے سے پہلے آفس پہنچتے ہیں کیوں کہ ان اوقات میں سکوت اور سکون کی وجہ سے ذہن خالص ہوتا ہے اور تخلیقی صلاحیتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

دنیا بھر کے تربیتی اداروں میں تعلیم، ورزش اور جسمانی مشقوں کے لئے صبح کے وقت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ہوا خالص ہوتی ہے، سانس لینے اور خارج کرنے کا نظام مصفّا ہوتا ہے، فضا میں لطافت ہوتی ہے، پر لطافت فضا جسم و جان بخشتی ہے۔ طلوعِ آفتاب سے جسم کے لئے ضروری وٹامن حاصل ہوتے ہیں، ذہن تیز ہوتا ہے اور روز مرہ امور کی انجام دہی کے لئے خاصا وقت مل جاتا ہے۔ تحقیق اور تجربے سے ثابت ہے کہ سویرے جاگنے والے بچے دیر سے اٹھنے والے بچوں کی نسبت زیادہ فعال ہوتے ہیں۔

ایک اور تحقیق کے بارے میں پڑھئے۔

22 سال کی عمر کے ایسے 54 افراد کا انتخاب کیا گیا جو صبح سات بجے اٹھتے تھے۔ ان کے دو

گروپ بنائے گئے۔ ایک گروپ کو صبح ساڑھے چار بجے اور دوسرے گروپ کے جاگنے کا وقت ان کے معمول کے مطابق تھا ــــ سات بجے۔ کچھ عرصے بعد دونوں کی حساب کتاب، یکسوئی اور یاد رکھنے کی صلاحیت کا موازنہ کیا تو یکسوئی میں اضافے کی وجہ سے ساڑھے چار بجے اٹھنے والے افراد کی کارکردگی میں نمایاں اضافہ ہوا۔ دوسرے گروپ کی کارکردگی معمول کے مطابق رہی۔ نتیجہ یہ تھا کہ علی الصباح جاگنے سے یکسوئی اور یادداشت خاطر خواہ بہتر ہوتی ہے۔

"صبح چار بجے کا وقت ذہن کے لئے زرخیز کیوں ہے؟" کے عنوان سے 2016ء میں ایک بین الاقوامی جریدے میں شائع شدہ مضمون نظر سے گزرا۔ لکھا تھا کہ آدمی ان اوقات میں اندر باہر خاموشی سے کام میں مصروف ہوتا ہے، کوئی ملاقات کے لئے آتا ہے نہ توجہ میں خلل پیدا کرنے والے محرکات ہوتے ہیں، یکسوئی سے حیران کن اوصاف ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا صبح کے اوقات آغازِ کار کے لئے بہترین ہیں۔

کہاوت ہے کہ کامیابی چاہتے ہیں تو رات کو جلدی سوئیں اور صبح سویرے اٹھیں۔

کامیابی کے لئے صحت مند جسم، مضبوط قلب اور دماغ کے خلیات کا چارج ہونا ضروری ہے۔ صبح کی ہوا فرحت بخش ہوتی ہے، ورزش کا وقت مل جاتا ہے اور فرد توانا رہتا ہے۔ فجر کی نماز پڑھ کر 40 منٹ چہل قدمی کی جائے تو ذہن بیمار نہیں ہوتا، یقین سے پُرخیالات دُور کرتے ہیں اور بیماریاں میلوں دور رہتی ہیں۔

کچھ لوگ دیر سے سوتے ہیں اور صبح جلدی اٹھتے ہیں جس سے دن بھر تکان رہتی ہے اور صحت متاثر ہوجاتی ہے۔ کم سونے کا مطلب یہ نہیں کہ نیند پوری نہ ہو۔ نیند کا دورانیہ آہستہ آہستہ کم کیا جائے تاکہ جسم زیادہ دیر جاگنے اور کم سونے کی سکت کا حامل ہو۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ دیر سے اٹھنا وسائل کو کم کردیتا ہے۔

صبح سویرے اٹھنے والوں کی طبیعت میں ٹھہراؤ ہوتا ہے، وہ چڑچڑے نہیں ہوتے، خوش رہتے ہیں، ان کی جسمانی گھڑی فطرت سے ہم آہنگ ہوتی ہے جس سے خیر پر مبنی لہریں دل و دماغ کو سیراب کرکے خوش مزاجی پیدا کرتی ہیں۔

سانس کی مشقوں کے لئے صبح کا وقت موزوں بتایا جاتا ہے کیوں کہ دن کے اوقات میں صبح وہ وقت ہے جب فضا میں گرد و غبار نہ ہونے کے

برابر ہوتا ہے، خیالات میں کثافت نہیں ہوتی، یکسوئی قائم ہوجاتی ہے۔

قرآن کریم میں رات کے مختلف پہروں اور فجر کے وقت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

"اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے! رات کو قیام کرو مگر کم، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرلو یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔" (المزمل: ۱۔۵)

شب بیداری سے شعور لاشعور ایکٹو ہوتا ہے۔

"قائم کرو صلوٰۃ سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھنا فجر کا، بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو۔"

(بنی اسرآءیل: ۷۸)

اندر میں دنیا سے واقف خواتین و حضرات صبح چار بجے جاگتے ہیں، ان اوقات میں لاشعوری تحریکات زیادہ واضح ہوجاتی ہیں۔ الہامی کتابوں کے مطابق رات کے حواس سے مستفید ہونا تب ممکن ہے جب آدمی دن رات میں تمام دینی و دنیاوی معاملات میں "قیام الصلوٰۃ" کی کیفیت

روح کا الارم

رات کو سونے سے پہلے بلند آواز سے 10 مرتبہ کہیے، "اپنا نام! مجھے فلاں وقت، اتنے بج کر اتنے وقت پر جگا دینا"۔ یہ کہہ کر بات کئے بغیر سو جائیے — مقررہ وقت پر ضرور آنکھ کھلے گی۔ جونہی آنکھ کھلے فوراً اٹھ جائیے پھر لیٹے نہ رہئے۔ اس طرح دن کا آغاز عبادت سے ہوگا اور آپ مراقبہ بھی مقرر وقت پر کرسکیں گے۔

(روحانی ڈاک۔ جلد اول)

میں ہو یعنی مرتبۂ احسان* حاصل ہو۔

مضمون میں بتایا گیا ہے کہ جلد بیدار ہونے والے چاہے دین کے لئے محنت کریں یا دنیا کے لئے، دماغ کو جِلا ملتی ہے۔

خالقِ لیل و نہار اللہ نے فجر کی قسم کھائی ہے اور اس وقت کی جب رات رخصت ہوتی ہے۔

"فجر کی قسم۔ اور دس راتوں کی۔ اور جفت اور طاق کی۔ اور رات کی جب جانے لگے۔ اور بے شک یہ چیزیں عقل مندوں کے واسطے قسم کھانے کے لائق ہیں۔" (الفجر: ۱۔۵)

* مرتبۂ احسان (Care of Allah thinking pattern)

عرفانہ شہزاد

سنا کِس نے

"میٹھے پانی کے کنوئیں دور ہوتے ہیں اور کڑوے پانی کے کنوئیں نزدیک، آدمی عجلت میں کڑوے کنوئیں سے پانی پی لیتا ہے۔"

فضا جو خالی نظر آتی ہے، روشنی سے بنا ہوا گراف ہے جس کے کنارے ملے ہوئے ہیں۔

زمین و آسمان کے خلا میں ہر تخلیق روشنی کے گراف پر بنی ہوئی ہے اور اسی میں غیب ظاہر غیب ہوتی ہے۔ روشنی کا گراف ایسا نیٹ ورک ہے جس میں تخلیقات ایک دوسرے کی روشنی قبول کرتی ہیں۔

خلا زندگی کا اہم جز ہے۔ یہ اصل سے دوری کی بنا پر ظاہر ہوا ہے لہٰذا خلا کو تسخیر کرکے (اصل سے دوری ختم کرکے) آدمی شرفِ انسانیت حاصل کرسکتا ہے۔

زندگی حواس پر قائم ہے۔ ہر کام سماعت و بصارت، فہم، احساس اور گویائی کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ شک سے متاثر ذہن حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے محروم ہوتا ہے کیوں کہ شک کی وجہ سے اندر میں صحیح بات تک پہنچنے کے لئے خلا یعنی دوری واقع ہوجاتی ہے۔

ہر تخلیق خود سپردگی کے میکانزم پر عمل پیرا ہے مگر نوعِ آدم میں ایک طبقہ جسے آدمی کہتے ہیں، نظام میں خلا پیدا کرنے کی کوشش کرکے کائناتی فضا میں منفی ارتعاش کا باعث بنتا ہے جس کا نتیجہ اضطراب اور تباہی ہے۔

سائنسی ارتقا اور علمی برتری کا دعویٰ کرنے والے آدم زاد نے ایسے تجربات کرلئے ہیں جن سے زمین میں میگنیٹک فورس (مقناطیسی قوت) داخل کی جاسکتی ہے۔ یہ عمل زمینی نظام میں عدم توازن کا سبب ہے۔ HAARP ٹیکنالوجی اس کی ایک مثال ہے۔ ماہرین نے کرہ ارض کو تحقیق کے لحاظ سے کئی حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ وہ

کہتے ہیں کہ زمین کے کرہ ہوائی کا اوپری خطہ جو 48 کلومیٹر سے 965 کلومیٹر اونچائی تک پھیلا ہوا ہے، اس میں سے بجلی گزر سکتی ہے۔ انہوں نے اسے "آیونی کرے" کا نام دیا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ امریکی ریاست الاسکا میں ہارپ ٹیکنالوجی کے ایک آلے کے ذریعے 2.7 سے 10 میگا ہرٹز کی ریڈیائی لہروں کو 3.6 میگا واٹ کی طاقت سے آیونی کرے میں بھیجا جاسکتا ہے جس سے وہاں پر بڑی مقدار میں حدت پیدا کرکے زمین کے موسم میں غیر معمولی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ مثلاً کسی خطے میں گلیشیر کو پگھلا کر مصنوعی بارشوں سے سیلاب کی صورت حال پیدا کی جاسکتی ہے تو دوسری طرف کسی خطے کو بارش سے محروم کرکے قحط کے حالات بھی پیدا کئے جاسکتے ہیں۔ اس ٹیکنالوجی کے لئے لگائے گئے انٹینا کی مدد سے فضا میں ٹنوں کے حساب سے توانائی داخل کرنے سے ELF لہریں پیدا کی جاتی ہیں جو فضا میں محوِ پرواز جہاز کے انجن کو پگھلا سکتی ہیں۔ ان کا رخ زمین کی طرف موڑنے سے جنگلوں میں آگ لگائی جاسکتی ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ دنیا بھر میں موسمیاتی تبدیلی کے نتیجے میں رونما ہونے والی تباہ کاریوں کا ایک سبب ہارپ ٹیکنالوجی ہے۔

ہر شے تغیر سے گزرتی ہے مگر تغیر کے قانون میں تغیر نہیں۔ ہر لحہ ہمارے اندر تغیر پیدا کرتا ہے۔ پیدائش کے بعد بچہ والدین کا محتاج ہوتا ہے۔ 25 یا 30 سال بعد ماں باپ محتاجی کی حالت میں چلے جاتے ہیں۔ جسم اور شعور سب تغیر سے گزرتے ہیں لیکن حقیقت قائم بالذات ہے۔ حقیقت کا سراغ اندر میں انسان کو تلاش کرنے سے ملتا ہے جسے قرآن کریم میں روح کہا گیا ہے۔ خود کو روح کی تحریکات کے سانچے میں ڈھالنا جسم اور روح کے درمیان موجود خلا کی نفی ہے اور اس راستے کا پہلا سبق یقین ہے، اس بات پر کہ "ہر شے اللہ کی طرف سے ہے"۔

مخلوق خلا در خلا تقسیم ہے۔ آنکھ، کان، ناک، ہونٹ سب ایک جگہ پر ہیں مگر ان کے درمیان

HAARP یونیورسٹی آف الاسکا کا ایک پروگرام ہے جو زمین کے سب سے اوپری خطے جسے ماہرین نے "Ionic sphere" کا نام دیا ہے، کی تحقیق پر مبنی ہے۔ یہ کرہ سطح سمندر سے 48 کلومیٹر (30 میل) سے 965 کلومیٹر (600 میل) اوپر تک بتایا جاتا ہے۔

فاصلہ یا خلا ہے جس کی وجہ سے یہ الگ الگ نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں خلا نہیں ہے۔ اس کی تفصیل سورۃ الاخلاص میں ہے۔

"کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا اور نہ اس کا خاندان ہے۔" (الاخلاص: ۱۔۴)

ذاتِ الٰہی کو کسی طرح بیان نہیں کیا جاسکتا۔

جس طرح زمین کی پلیٹیں پرت در پرت خلا ہیں اسی طرح آسمان کی وسعتیں تہ در تہ خلا ہیں۔ زمین و آسمان دونوں مقامات پر مخلوق آباد ہے۔ ان پر غور کرنے سے ذہن اللہ کی بزرگی اور بڑائی میں جذب ہوجاتا ہے اور ہر روئیں سے ایک ہی صدا سنائی دیتی ہے — اللہ اللہ۔

خلا دوری سے پیدا ہوتا ہے۔ جب حقیقت سے دوری واقع ہوتی ہے تو طرزِ فکر میں خلا واقع ہونے سے شیطان وسوسہ بن کر داخل ہوتا ہے۔ فرد کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے خیال میں اتنا راسخ ہوجائے کہ کسی قسم کی مداخلت یا قوت اس کی طرزِ فکر کی مقناطیسی فیلڈ (برقی میدان) کو متاثر نہ کرسکے۔ راہ نما فرماتے ہیں،

"ہر فرد کے ستّر ہزار پرت ہیں۔ خلا کی تقسیم کی مناسبت سے قدرت نے اسے مختلف پیراہن عطا کئے ہیں۔"

لباس کششِ ثقل کی مقداروں سے بنا ہے۔ مٹی کے جسم میں کششِ ثقل کا فارمولا الگ ہے۔ عالمِ اعراف میں کششِ ثقل کے اجزائے ترکیبی مختلف ہیں۔ ان پوشاکوں پر یقین غالب آجائے تو خلا تسخیر ہوجاتا ہے۔

زندگی اطلاع پر قائم ہے۔ اطلاع اپنی ساخت میں رہتے ہوئے شکل بدلتی ہے۔ ہر اطلاع عمدہ بیج ہے۔ جب ذہن کی زمین کارساز نہ ہو تو بیج بارآور نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ راہ نما نے فرمایا،

"اپنے دماغ کو اسٹور روم مت بنائیں۔"

آدمی دماغ میں غیر ضروری چیزوں کا وزن اٹھائے پھرتا ہے۔ یہ کثافت اور ثقل ہے جس سے فرد اور اس کی اصل کے درمیان خلا بڑھتا جاتا ہے۔ اگر توجہ اللہ کی نشانیوں میں مشغول رہے تو ذہن آزاد ہوتا ہے یعنی دوری سے پیدا ہونے والا وزن — بے وزن ہوجاتا ہے۔

نیکی کی اسپیس ہے اور گناہ کی بھی۔ گناہ کی اسپیس بندے کو رب سے دور کردیتی ہے۔ توبہ کرنے پر معافی ملتی ہے اور توبہ سچے دل سے کی

گئی ہو تو پھر ذہن نافرمانی کی طرف نہیں جاتا۔

ایک مرتبہ راہ نما سے عرض کیا، کیا برائی کے ارتکاب سے پیدا ہونے والا خلا توبہ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے؟

انہوں نے فرمایا، نہیں — ختم نہیں ہوتا۔ اس کے اوپر معافی کی مہر لگ جاتی ہے۔

بات یہ سمجھ میں آئی کہ توبہ کے ساتھ معافی کا عمل ریکارڈ ہو جاتا ہے۔

اللہ کے نیک بندوں کا ظرف ہے کہ کسی بندے کی پرانی تصویر اچھی نہ ہو تو اس کو پرانی تصویر نہیں دکھاتے، ماضی پر پردہ رکھتے ہیں۔ ہمیشہ ایسی بات کرتے ہیں کہ بندہ خود اپنا محاسبہ کر کے برائی سے محفوظ رہنے کی کوشش کرے۔

ایک مرتبہ راہ نما نے فرمایا،

"میٹھے پانی کے کنوئیں دور ہوتے ہیں اور کڑوے پانی کے کنوئیں نزدیک، آدمی عجلت میں کڑوے کنوئیں سے پانی پی لیتا ہے۔"

کوئی بندہ بھلائی کی اسپیس میں داخل ہوتا ہے تو سراپا خیر بن جاتا ہے اور اللہ کو خیر پسند ہے۔

مشیت اطلاع (حکم) کی صورت میں کائنات کے خلا میں سفر کر رہی ہے۔ اس کی حرکت سے زمانہ کروٹ لیتا ہے اور ادوار بدلتے ہیں۔

خلا میں آبادیاں دیکھیں جن میں سرخی مائل نارنجی اینٹوں والے خوب صورت گھر تھے اور گھروں میں قمقمے روشن تھے۔

مراقبہ میں دیکھا کہ بادلوں کے بیچ خلا میں ایک تخت معلق ہے جس پر ایک نوجوان بادشاہ طمطراق سے بیٹھا ہوا ہے۔ ایک کونے میں دلہا دلہن بیٹھے ہیں۔ میری توجہ ان کی جانب ہے۔ دلہن ہلکے گلابی نفیس عروسی جوڑے میں ہے، گلے میں نازک ہار ہے۔ دلہا بہترین وردی میں ملبوس ہے۔ اس کا لباس میرے لئے باعثِ حیرت ہے۔ دونوں کے چہرے ڈھکے ہوئے ہیں۔ یہ منظر اسٹیج ڈرامے کی طرح میرے سامنے تھا جس میں ایک کردار میرا تھا۔ بتایا گیا کہ دلہن، دلہن ہونے کے ساتھ دلہا بھی ہے اور دہری ذمہ داری نبھانے کے لئے عورت ظاہری اور باطنی دونوں رخ سے کام کرے گی۔

اس منظر کا شعور پر بہت وزن پڑا۔ عورت کو قدرت کی جانب سے سونپی گئی ذمہ داری کے لئے سنجیدگی اور مستعدی سے تیار ہونا چاہئے۔

خلا کی تلاش کے دوران اندر میں نظر پڑی تو

ایک بڑا خالی قطعہ دیکھا۔ اتنا بڑا خلا ۔۔۔؟

معلوم ہوا کہ جب میں کسی کام کا ارادہ کرتی ہوں تو اسے رد کر دیتی ہوں اور یقین رکھتی ہوں کہ صرف اس ارادے پر فوری عمل کرنا چاہئے جو راہ نما کی طرف لے جائے۔ ایک طرف یہ اچھی بات ہے مگر دوسری طرف یہ مزاج میں کمزوری کی نشاندہی ہے کیوں کہ عام حالات میں روزمرہ امور سے متعلق جتنے خیالات آتے ہیں، میں اکثر ٹال مٹول سے کام لیتی ہوں۔

ارادہ کر کے قائم نہ رہنا ذہن کی قوت کا منتشر ہونا ہے۔ یہ کمزوری ہر فرد میں ہے۔ اس طرح دوری کا خلا اپنی جانب کھینچتا ہے اور ہم اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔

ادراک ہوتے ہی میں اس کمزوری کی بیخ کنی میں مصروف ہو گئی۔ جس کام کا عزم کرتی ہوں، اس پر قائم رہتی ہوں اور ہر ممکن حد تک تکمیل میں کوشاں رہتی ہوں۔ کھانے میں کیا پکے گا، جس چیز کا پہلے خیال آتا ہے، وہ پکاتی ہوں۔ اس دوران میں پڑوس یا کہیں اور سے کھانا آجائے تو یہ ہمارے ارادے پر اللہ کا ارادہ ہے، شکر ادا کر کے کھا لیتی ہوں۔

مستقل مزاجی اختیار کر کے ارادے کی قوت سے مانوس ہو رہی ہوں۔ شعور بہت مزاحمت کرتا ہے مگر ارادے پر قائم رہنے سے اس کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے۔

خلا کی نفی پر غور و فکر کے دوران مجھے بھائی کے ہمراہ ریل گاڑی کا سفر یاد آیا۔ ایک الوداعی ملاقات میں راہ نما نے فرمایا،

"کھاتے پیتے جانا، آپ کا سفر بہت اچھا گزرے گا۔"

ہم خوش تھے کہ بہترین یادوں کے ساتھ اچھے سفر کی نوید لے کر جا رہے ہیں۔

ٹکٹ پر لکھے نمبر کے مطابق ریل کے ڈبے میں داخل ہوئے تو تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ گاڑی چلی۔ ٹکٹ چیکر نے مطلع کیا کہ آپ کے ٹکٹ جعلی ہیں۔

یہ وہ ٹکٹ تھے جو مطلوبہ تاریخ کے ٹکٹ نہ ملنے پر بھائی نے قریب کھڑے ایک شخص سے مہنگے داموں خریدے تھے۔

کم و بیش 24 گھنٹے کا سفر تھا۔ بھائی کے چہرے پر پریشانی کی لہر دیکھتے ہوئے سرگوشی کی کہ ہم سے کہا گیا ہے کہ کھاتے پیتے جانا، سفر بہت اچھا گزرے گا۔ ہم روحانیت کے طالب علم ہیں اور

روحانیت میں امتحان کا وقت مقرر نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ امتحان ہو۔

بھائی کی پریشانی کافور ہوگئی۔

جتنے اسٹیشنوں پر ریل گاڑی رکی، ہم نیچے اترے، کھایا پیا اور اپنے حال پہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگئے۔ سفر اس آواز کی گونج میں طے ہو گیا کہ آپ کا سفر اچھا گزرے گا، کھاتے پیتے جانا۔ یہ ہماری زندگی کا بہترین سفر تھا۔

ہم نے طے کیا کہ اس بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے کیوں کہ کوئی نہیں سمجھے گا اور آنے جانے پر پابندی عائد کر دی جائے گی۔

اب یہ سوچ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک گھنٹے کے سفر میں توجہ منتشر ہو جاتی ہے، 24 گھنٹے کے سفر میں ذہن ایک نقطے پر کیسے مرکوز رہا کہ پریشانی، پریشانی نہ رہی۔

راہ نما کے بغیر منزل بے نشاں رہتی ہے۔

اگر سالارِ کارواں نہ ہو تو قافلے کے مسافر راستہ بھٹک جاتے ہیں۔

ہمیں خلا پہ دسترس کا اصول سمجھایا گیا تھا۔

ایک مرتبہ صاحبِ یقین نے فرمایا،

"خوش رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ شکر ادا کریں۔ ہماری 50، 60 سال کی زندگی ہے، اس میں زیادہ وقت ناخوشی میں گزرتا ہے۔"

اللہ کو خوش رہنے والے لوگ پسند ہیں۔

راہ نما نے سکھایا ہے کہ اللہ کے حکم کی تعمیل اور خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی اتباع لامحدود دائرہ ہے جس میں خلا نہیں۔ سالک اس پر عمل کر کے خلا کو تسخیر کر سکتا ہے۔

یہ شور سا کیسا ہے مری خاک سے باہر

در کھول کے دیکھوں ذرا ادراک سے باہر
یہ شور سا کیسا ہے مری خاک سے باہر

روداد گزشتہ تو سنی کوزہ گری کی
فردا کا بھی کر ذکر جو ہے چاک سے باہر

خوش آیا عجب عشق کو یہ جامۂ زیبا
نکلا نہیں پھر ہجر کی پوشاک سے باہر

سنتا ہوں کہیں دور سے نقارا صبا کا
اتری ہے بہار اب کے بھی خاشاک سے باہر

کچھ دیر ٹھہر اور ذرا دیکھ تماشا
ناپید ہیں یہ رونقیں اس خاک سے باہر

موجود خلا میں ہیں اگر اور زمینیں
افلاک بھی ہوں گے کہیں افلاک سے باہر

(شاعر: اعجاز گل)

اقتباسات

"ماہنامہ قلندر شعور" کو گلدستہ بنانے کے لئے قارئین کی کوشش قابلِ قدر ہے۔ قرآن کریم، آسمانی کتابوں، ملفوظات، تاریخ، انکشافات اور سائنسی فارمولے بھیج کر اس رسالے کا حصہ بن سکتے ہیں۔ تحریر کم و بیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ یہاں ہر ایک کسی نہ کسی امتحان میں دانستہ یا نادانستہ مصروفِ عمل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آدمی امتحان میں کامیاب ہو کر اپنی زندگی کا کوئی رخ متعین کرلے۔ کوئی دولت مند ہے، کوئی غریب، نادار اور بیمار ہے اور کوئی ایسا بھی بدبخت ہے جس کے ذہن میں بزرگوں اور ماں باپ کی عزت و توقیر نہیں۔ یہ سب باتیں امتحان کا درجہ رکھتی ہیں۔ کائنات کی تخلیق دو رخوں پر ہے۔ ایک رخ سے دوسرا رخ ایک مرحلہ ہے اور ایک مرحلے سے دوسرے مرحلہ میں قدم رکھنا ایک امتحان ہے۔ ذرا اس بچے کا تصور کیجئے جو کمرۂ امتحان میں بیٹھ کر جب پرچہ سامنے آئے تو بجائے پرچہ حل کرنے کے رونا شروع کردے، فریاد کرنے لگے اور احتجاج کرے کہ میرا امتحان کیوں ہو رہا ہے۔ نشو و نما اور انسانیت کی فلاح و ترقی کندن ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ امتحان کی بھٹیوں سے گزر کر ہی سونا کندن بنتا ہے۔ نوعِ انسان ان بھٹیوں سے نہ گزری ہوتی تو آج بھی لوگ غاروں کے مکیں ہوتے۔ (مرسلہ: فہمیدہ نعمان۔ بہاولپور، کتاب: آوازِ دوست)

گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ اظہارِ ندامت کے ساتھ، انکسار کے ساتھ، عاجزی کے ساتھ اپنے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر معافی طلب کیجئے۔ توبہ استغفار سے روح مجلّا ہو جاتی ہے اور قلب دھل جاتا ہے۔ نہایت خلوص اور سچائی کے ساتھ توبہ کرنے سے انسان کی زندگی بدل جاتی ہے۔
(مرسلہ: زینب نثار۔ کراچی، کتاب: کشکول)

قدرت چاہتی ہے کہ زمین کا کوئی خطہ، کوئی حصہ قدرت کے فیض سے محروم نہ رہے۔ انسان درختوں کی خدمت کرتا ہے اور درخت انسانوں کی خدمت پر مامور ہیں۔ انسان حیوانات کی حفاظت کرتا ہے اور حیوانات انسانوں کے کام آتے ہیں۔ ہوا بیجوں کو اپنے دوش پر اٹھا کر دور دراز مقامات تک پہنچاتی ہے۔ دریا، ندیاں، نالے بیجوں اور جڑوں کو زمین کے ہر خطے تک پہنچاتے ہیں۔ یہی قانون قوموں کے عروج و زوال میں بھی نافذ ہے۔ جب کوئی قوم اس سسٹم سے تجاوز کرتی ہے اور ایثار سے کام نہیں لیتی تو قدرت اسے فنا کر دیتی ہے۔ (مرسلہ : وقاص سلیمان۔ لاہور، کتاب: احسان وتصوف)

انسانی زندگی جس بنیاد پر قائم ہے، اس کے دو پیر یا دو ستون ہیں۔ ایک پیر یا ستون جذبہ ہے اور ایک پیر یا ستون حواس ہے۔ جب تک آدمی جذبات کے دائرۂ کار میں رہتا ہے، اس وقت تک اس کی حیثیت دوسرے حیوانات سے الگ نہیں ہے اور جب ان جذبات کو وہ انسانی حواس کے ذریعے سمجھتا ہے اور جذبات کی تکمیل میں حواس کا سہارا لیتا ہے تو وہ حیوانات سے الگ ہو جاتا ہے۔ جذبات اور حواس کا اشتراک انسانوں کی طرح حیوانوں میں بھی موجود ہے لیکن فرق یہ ہے کہ ایک بکری یا ایک گائے انسانوں کی طرح حواس میں معنی نہیں پہنا سکتی۔ اس کا علم زندگی کو قائم رکھنے کی ضروریات پوری کرنے تک محدود ہے۔ (مرسلہ : تہمینہ تبسم۔ لاہور، کتاب: پیراسائیکالوجی)

ہماری نگاہ جب کسی ستارے پر پڑتی ہے تو ہم اپنی نگاہ کے ذریعے ستارے کے بشریٰ کو محسوس کرتے ہیں۔ ستارے کا بشریٰ کبھی ہماری نگاہ کو اپنے نظارے سے نہیں روکتا۔ وہ کبھی نہیں کہتا کہ مجھے نہ دیکھو۔ اگر کوئی مخفی رشتہ موجود نہ ہوتا تو ہر ستارہ اور ہر آسمانی نظارہ ہماری زندگی کو قبول کرنے میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ ضرور پیدا کرتا۔ یہی مخفی رشتہ کائنات کے پورے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کئے ہوئے ہے۔ (مرسلہ : عبدالمتین ساجد۔ منڈی بہاء الدین، کتاب: خاتم النبیین محمد رسول اللہؐ، جلد سوم)

محمد عدنان خان

پورب کے ہم زاد

رنگ و چمن، عروج و زوال، عشق و مستی اور فنا و بقا کے رنگوں سے معمور صدیوں پر محیط داستان جس کی مکانیت تبت کی فلک بوس چوٹیوں سے لے کر ٹیکسلا کی سرسبز وادیوں تک پھیلی ہوئی ہے۔

ردا کو ٹیکسلا میں صدیوں پرانے کشان دورِ حکومت کا شہزادہ ملا جو اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ شہزادے سے دور رکھنے کے لئے مکروہ صورت بوڑھا بجر ولال سامنے آیا اور پریشانیوں کا آغاز ہوا۔ ایک بزرگ نے ردا کی راہ نمائی کی۔ اس دوران وہ ایک حادثے میں کوما میں چلی گئی۔ اسپتال میں اس کے اندر سے روشنی کا پرت نکلا اور ماضی میں سفر کرتے ہوئے ہزاروں سال پہلے کے تبت میں داخل ہوا جہاں پہاڑ پر عبادت گاہ اس کا مسکن بنی۔ ردا سے پہلے یہاں بزرگ خاتون رہتی تھیں جو شہزادے کی وجہ سے علاقہ چھوڑ کر اپنے استاد کے پاس تبت آ گئیں۔ وہ کم عمر تھیں مگر کرامات کی وجہ سے لوگوں میں بزرگ خاتون کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ شہزادہ ان کی تلاش میں نکلا۔ لچھاوی اور راجا پدل نے دونوں کو جان سے مارنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ بزرگ خاتون نے کچھ عرصہ نالندہ میں بھی قیام کیا۔ نالندہ یونیورسٹی جلنے کے بعد شہزادے نے سمجھا کہ دل کی دنیا ویران ہو گئی ہے۔ وہ تبت میں استاد یوگدیپ کے پاس آیا جنہوں نے ریاضت کے لئے غار میں بھیج دیا۔ غار میں ریاضت کے کچھ عرصے بعد شہزادے کی باطنی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بزرگ خاتون زندہ ہیں۔ وہ میکانکی انداز میں اٹھا اور غار کی رکاوٹیں ہٹا کر باہر آ گیا۔ ادھر جوبی پہاڑ پر ردا کے قیام کی مدت ختم ہوئی اور وہ نامعلوم مقام کی طرف عازم سفر ہوئی۔

شادی کے انتظامات جاری تھے۔ شہزادہ جے ونت کو اطلاع مل گئی تھی کہ اسے مارنے کے لئے ہرکارے روانہ ہو چکے ہیں مگر وہ واقف نہ ہو سکا کہ آنے والے دستے کے پیچھے دوسرا دستہ بھی آ رہا ہے۔ شاہی سپاہی کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لئے چوکنا تھے۔

اگلے روز شادی تھی۔ شہزادہ وقت مقررہ سے پہلے تیار تھا۔ دلہا بن کر اس کی شان نرالی تھی۔ اندر میں خوشی سے وجاہت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ سجے سنورے جے ونت کی وجاہت دیدنی تھی۔

میری (ردا) توجہ بزرگ خاتون کی طرف گئی تو محسوس ہوا کہ انسانی روپ میں کوئی حور یا اپسرا زمین پر اتر آئی ہے۔ دھرماراجیکا کے مہتمم کی بیوی کی جانب سے پیش کیا گیا عروسی لباس ان پر بہت جچ رہا تھا ۔نیلے اور کیسری رنگ کے دہرے شیڈ والے چمک دار کپڑے پر نفاست سے کیا گیا کام دیکھ کر میں حیران تھی۔ سنہری اور روپہلی رنگوں سے کڑھے گل بوٹے آنکھوں کو خیرہ کر رہے تھے ۔ بزرگ خاتون کا رنگ روپ شہزادیوں سے بڑھ کر تھا۔ شبنمی رخساروں پر بل کھاتی سنہری زلفیں اجلی رنگت کو شرما رہی تھیں۔ گھنیری پلکوں کی جنبش سے جھیل جیسی آنکھوں میں روشنیوں کا ہجوم امنڈ رہا تھا۔

وہ میرے (ردا) دیکھنے کو دیکھ رہی تھیں۔

پھر ان کی آنکھوں سے پھوٹتی روشنی میں درد کی ایسی رمق ابھری جسے دیکھ کر میرا وجود لرز گیا اور اس کے ساتھ ہی منظر اوجھل ہو گیا۔

دماغ پر زبردست دباؤ پڑا تھا گویا درد کی لہر بزرگ خاتون کی آنکھوں سے نکل کر میرے دل میں داخل ہو گئی ہو۔ ساتھ ہی گھوڑوں کی ہنہناہٹ کے ساتھ ٹاپوں کی دھمک سنائی دی۔ دیکھا کہ بادشاہ کنڈل کڈفیزز نے حملہ آوروں کے ایک دستے کا محاصرہ کر لیا ہے۔ تلواریں کوند رہی تھیں، سرخ چھینٹوں سے زمین سرخ ہو رہی تھی۔ بادشاہ کنڈل لچھاوی کے بھیجے گئے لوگوں پر قہر بن کر ٹوٹا تھا۔ ان کا سرغنہ جب بادشاہ کے روبرو آیا تو کنڈل کڈفیزز نے اس کے سر پر ایسی تلوار گانٹھی کہ وہ دو میں تقسیم ہو کر گھوڑے کے دائیں بائیں جھول گیا۔

دستے نے سرغنہ کا حال دیکھا تو ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ بدحواس ہو کر لڑنا بھول گئے اور سب کے سب جہنم واصل ہو گئے۔

کڈفیزز کو خبر تھی کہ ایک اور دستہ اس کے بیٹے کی جانب بڑھ رہا ہے اس لئے وہ وقت ضائع کئے بغیر آگے بڑھ رہا تھا۔ حالات بظاہر اس کے کنٹرول میں نظر آ رہے تھے۔

لچھاوی نے نادانی میں راجا پدل کا سب کچھ برباد کر دیا تھا جس کا کنڈل کڈفیزز نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ وہ جس جاں فشانی سے سپاہ گری کے داؤ پیچ آزما رہا تھا، اس کے پیچھے شفقتِ پدری نے بڑا کردار ادا کیا۔ وہ آہنی دیوار بن کر سپاہیوں کے ہمراہ آندھی طوفان کی طرح آگے بڑھ رہا تھا۔ عجلت کی وجہ خطرے کی بو تھی جسے سونگھ کر

وہ رکے اور ستائے بغیر گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ وہ شہزادے کی جانب بڑھتے موت کے خطرے کو دور کرنا چاہتا تھا۔

سمجھ سے بالاتر تھا کہ کیا ہوگا!

آسمان پر رنگوں میں سرخ رنگ کا غلبہ تھا۔

پھر نگاہ نے اس انداز سے کروٹ لی کہ بیک وقت کئی منظر نظر آئے۔ ایک جانب دھرماراجیکا اور جولیاں کے سربراہ نکاح کی تقریب کا آغاز کر چکے تھے اور دوسری جانب راجا پدل کے سپاہیوں کا دستہ لچھاوی اور راجا پدل کے انجام سے بے خبر تیزی سے ہدف کی سمت بڑھ رہا تھا۔ شہزادے کی ماں کے ساتھ موجود سپاہیوں کی تعداد ان کے مقابلے میں کافی کم تھی۔ کنڈل کنڈ فیرز کا شہزادے سے فاصلہ تیزی سے کم ہو رہا تھا۔ سب عجلت اور الجھن کا شکار تھے۔ پُرسکون صرف بزرگ خاتون تھیں۔

نکاح سے کچھ دیر پہلے انہوں نے راہو کاہو اور مالیگا کو طلب کیا، گلے میں پڑا ہوا سبز زبرجد کا ہار مالیگا کے حوالے کیا۔ ہار میں سے چار عدد موتی علیحدہ کرنے کا حکم دیا تو مالیگا نے مشینی انداز سے ڈور میں لگی گرہ کو کھولا اور موتی علیحدہ کئے۔ پھر بزرگ خاتون نے چار ڈوریاں اس کے حوالے کیں کہ ہر ڈوری میں ایک ایک موتی ڈال کر گرہ بند کردے اور بقیہ ہار کو بھی گرہ بند کردے۔

جب پانچوں ہار تیار ہوگئے تو انہوں نے کچھ پڑھ کر ان پر دم کیا اور اپنا ہار واپس گلے میں ڈال کر ایک ایک پتھر والا ہار مالیگا، راہو اور کاہو کو دیا۔ باری باری تینوں کے ماتھے پر اپنے سیدھے انگوٹھے کو دائرے میں گھماتے ہوئے دم کرتی رہیں۔ تینوں کی کیفیت ناقابلِ بیان تھی۔

انہوں نے مالیگا سے کہا، ایک پتھر شہزادے کے گلے میں ڈال دیں۔ آپ لوگوں کی منزل قریب ہے اور میری منزل ابھی دور، ثابت قدم رہنا، ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔

مالیگا کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ تینوں کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ پھر کسی خیال کے تحت مالیگا نے گلوگیر آواز میں کہا، ماں جدائی برداشت نہیں ہوگی۔

بزرگ خاتون نے مسکراتے ہوئے مالیگا کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا، جدائی اور ملن مٹی کے جسم سے جڑے لفظ ہیں۔ یہ شعور کی وہ گرہیں ہیں جنہیں کھولنے والا امر ہو جاتا ہے۔ مالیگا، ایسی باتیں تو عام آدمی کرتے

ہیں ۔تم سب پر اللہ تعالیٰ مہربان ہیں۔ ہم جسمانی طور پر دور ہو جائیں تو بھی جدا نہیں ہوسکتے ۔ میں وقت کے دھارے میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔ جن لوگوں کا مشن اور سوچ ایک ہوتی ہے،وہ ساتھ رہتے ہیں۔

پھر راہو اور کاہو کی طرف دیکھ کر بولیں،

"اے اللہ کے بندو! تم نے حق کا راستہ چنا تو مالکِ کائنات اللہ نے تمہیں چن لیا۔ وہ مالک الملک ہے، کسی کو ناامید نہیں کرتا۔ اس سے امید قائم کرو۔ باقی سب فسانہ ہے۔ وہ تمہیں تم سے زیادہ دیکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ تم بھی اسے دیکھو۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے اور چاہتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ اے اللہ کے بندو! اللہ کی محبت سمندروں سے گہری، پہاڑوں سے بلند اور آسمانوں سے زیادہ وسیع ہے ۔ کائنات اس کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اس کے ہم راز بن جاؤ۔ وہ رحیم ہے، وہ کریم ہے، اس کی رحمت کائنات پر محیط ہے۔ اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو خشکی اپنے اندر چھپی ہوئی آگ اگل دیتی، آسمان پھٹ جاتا اور سورج کی تپش سب کو موم کی طرح پگھلا دیتی۔"

ان کے الفاظ میں نہ جانے کیسا اثر تھا کہ راہو، کاہو اور مالیگا کو درو دیوار وجد میں جھومتے ہوئے محسوس ہوئے۔

وہ فضا میں دیکھتے ہوئے بولیں،

"مالیگا! جانتا ہے کہ رب کون ہے؟ سنو! رب وہ ہے جو مخلوقات کے لئے وسائل پیدا کرتا ہے اور وسائل میں عدل و انصاف کے ساتھ توازن قائم کرتا ہے کہ ہوا، پانی، مٹی اور آگ سب اپنی حد میں رہیں۔ اے مالیگا! رب لاثانی ہے، لافانی ہے، لازوال ہے۔ پھر کیوں نا اس کے عشق کی آگ ہمیں بھسم (فنا) کردے۔ دل میں عشق کی آگ بھڑکاؤ تاکہ تم بھسم ہو جاؤ— صرف عشق باقی رہے۔"

بزرگ خاتون کے الفاظ نہیں، تصرف تھا جو ان کے قلوب کو صیقل کر رہا تھا۔

تینوں ہمہ تن گوش تھے۔

دروازے پر دستک سے سلسلۂ کلام منقطع ہوگیا۔ باہر رسم کی تیاریاں مکمل تھیں، سب منتظر تھے۔ مالیگا سبز زبرجد شہزادے کو پہنانے آگے بڑھا۔ شہزادہ اپنے سپہ سالار کو ہدایت دینے میں مصروف تھا کہ فوراً رسم شروع ہوگئی۔

مالیگا شہزادے کو ہار پہنانے کا موقع تلاش کرتا

رہا لیکن حالات نے موقع نہ دیا۔

شادی کی رسومات جو اُس دور میں رائج تھیں، ادا کی گئیں۔ شہزادہ بے حد خوش تھا۔ آج کا دن دیکھنے کے لئے اس نے زندگی داؤ پر لگادی تھی۔ جن تکالیف سے وہ گزرا تھا، نگاہِ یار کی ایک جنبش ان کے سامنے بے وقعت تھی۔ وہ پروانے کی صورت آتشِ عشق میں راکھ ہو چکا تھا۔

نکاح ہو چکا تھا۔ ہر طرف مبارک باد کی گونج تھی۔ شہزادے نے جس کے لئے تخت و تاج ٹھکرایا تھا— اس کے ملتے ہی تخت و تاج بھی واپس مل گیا تھا۔

شہزادہ جے ونت جب حجلۂ عروسی میں داخل ہوا تو بزرگ خاتون نے اس کے گلے میں سبز موتی والا ہار تلاش کیا جو وہاں نہیں تھا۔

میری توجہ تلوار پر تلوار کی کھنک سے گونجنے والی زوردار آواز کی طرف گئی۔ آنکھوں کے سامنے میدانِ کارزار کا منظر ابھرا۔

شہزادے اور شہزادی یعنی بزرگ خاتون کے خاتمے کے لئے دوسرا دستہ پہنچ چکا تھا۔

اگلے لمحے شہزادے کو رزم گاہ میں دیکھا۔ تلوار کے وار سے کُشتوں کے پُشتے لگا رہا تھا۔ لچھاوی کے سپاہی تعداد میں زیادہ اور مہارت میں سابقہ سپاہیوں سے تیز تھے مگر شہزادے کی بے خوفی اور جرأت کے سامنے بے بس تھے۔ شہزادے نے دشمن کے سربراہ کو جا پکڑا اور تلوار کے بھرپور وار سے کام تمام کردیا۔

میدان میں شہزادے کی ماں کی تلوار بھی بجلی کی مانند کوندرہی تھی جسے چالاکی سے بیک وقت کئی سپاہیوں نے گھیر لیا۔ بزدلوں نے پشت سے تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ گر گئی۔ ملکہ کی چیخ نے میدان کا نقشہ بدل دیا۔

شہزادہ ماں کی آواز سن کر دیوانہ وار اس کی جانب لپکا۔ یہ وہ لمحہ تھا جس کا دشمن نے فائدہ اٹھایا اور شہزادے کو گھیر لیا۔

ماں کو مرتے دیکھ کر شہزادے کا ذہن ماؤف ہو گیا۔ اس کی تلوار دشمن کے اس سپاہی کو انجام تک پہنچا چکی تھی جس نے وار کیا تھا مگر خود اس کو تہ تیغ ہونے سے نہ بچاسکی۔

مالیگا اور دھرماراجیکا کے سربراہ بھی تلواروں کے ساتھ شہزادے کے ہمراہ تھے۔ میں نے وہاں مردانِ غیب بھی دیکھے۔

مجھے عجیب سی بدبو محسوس ہوئی۔ یہ میدانِ استدراجی عملیات کی بدبو تھی۔ خیال کی رَو بدلی تو

نگاہ کا دائرہ وسیع ہوگیا۔ راہو اور کاہو سیاہ ہیولوں پر ٹوٹ پڑے تھے اور باطنی قوت کا بھرپور استعمال کر رہے تھے۔ زمین سرخ ہوچکی تھی۔

نگاہ اس غیر مرئی آگ کو دیکھ رہی تھی جس نے پورے علاقے کو گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ اس قدر ہولناک اور تکلیف دہ منظر پہلی مرتبہ دیکھ رہی تھی۔

شہزادے کی آنکھوں میں عروسی لباس میں موجود بزرگ خاتون کا عکس ٹھہر گیا تھا۔ وہ گھوڑے کی پشت پر آگے کی جانب جھکتا جارہا تھا۔ مالیگا دیوانہ وار تلوار چلا رہا تھا اور دشمن کو شہزادے کے قریب آنے سے روک رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں سبز موتی والا ہار تھا جو وہ ابھی تک شہزادے کے گلے میں نہ ڈال سکا تھا۔

زندگی نام ہی بے اختیاری کا ہے۔ ہم خود کو بااختیار سمجھتے ہیں لیکن اصل میں ہم بے اختیار ہیں۔ مالیگا اور دھرماراجیکا کے مہتمم شمشیر زنی کے ماہر نہ تھے لیکن جب تک شہزادے کا دفاع کرسکتے تھے، کرتے رہے۔

جنگ میں لچھاوی کے ساتھیوں کا پلّہ بھاری تھا۔ دشمن تعداد میں زیادہ تھے۔ انہوں نے راہو اور کاہو کو حکمتِ عملی کے تحت کسی اور طرف الجھا دیا تھا جب کہ مالیگا کا ذہن شہزادے کی حالت دیکھ کر منتشر ہوچکا تھا۔ حالات نے اس تیزی سے پلٹا کھایا کہ کچھ قابو میں نہ رہا۔

شادی کی تقریب کا اہتمام دھرماراجیکا کے قریب ندی کے کنارے جس مقام پر کیا گیا تھا، موجودہ زمانے میں وہ "جناں والی ڈھیری" کے نام سے مشہور ہے۔

لچھاوی کے سپاہی شہزادے کو ختم کرنے کے درپے تھے۔ مالیگا شدید زخمی حالت میں بھی اس کی ڈھال بنا ہوا تھا مگر آخر کب تک ــــ؟ لحیم شحیم سپاہیوں کا راستہ روکتا ہوا بالآخر گر گیا۔ اس کے گرتے ہی ہوا کا زوردار جھکڑ چلا اور دیکھتے دیکھتے بگولے میں تبدیل ہوگیا۔

اتنے میں کنڈل کنڈ فیئرز آندھی طوفان کی طرح اپنے سپاہیوں کے ہمراہ میدان میں داخل ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کے سپاہی زمیں بوس ہوگئے۔ بگولا میدان میں موجود شیاطین کو لپیٹتا ہوا فضا میں بلند ہوکر تحلیل ہوگیا۔

(قسط: ۴۵)

Tajammal TRAVELS (PVT) LTD.

IATA ACCREDITED AGENT
IATA Code: 27342433

تجمل ٹریولز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

تجمل للسفريات (الخاصه) المحمدوده

ویزہ + ایئر لائن ٹکٹ

ہوٹل + زیارات ٹرانسپورٹ

عمرہ سروس

بجٹ پیکج
اکانومی پیکج

5 ہوٹل کی بکنگ

ٹی ایچ اے اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز

شبعةتی ایچ اے ⟨THA⟩ لتطور الامور تتعلق بالعمال/الموعطفين الاجانب

THA
OVERSEAS EMPLOYMENT PROMOTERS
Licence No. 4189/LHR
⟨خصة تسعة:۴۱۸۹/ایل ایچ آر

- Labour Visa
- Skilled Visa
- Un Skilled Visa

thaoep1@gmail.com

متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، قطر ملائشیا، میں ملازمت کے شاندار مواقع

رانا تجمل حسین
CEO

+92 300 6654 211
+92 302 1165 300
+92 321 6680 266
+92 41 2641 904

Office No. 54, Gate No. 5, Iqbal Stadium. Faisalabad. PK

رمضان المبارک کے بابرکت موقع پر یٰسین شریف،
قرآن کریم کا مکمل نسخہ اور ۳۰ سپاروں کا سیٹ شائع کیا گیا ہے۔ خطاطی میں
خوب صورتی کے ساتھ اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ آیات بآسانی پڑھی جاسکیں۔

رمضان کے مقدس مہینے میں قرآن کریم تقسیم کیجیے۔

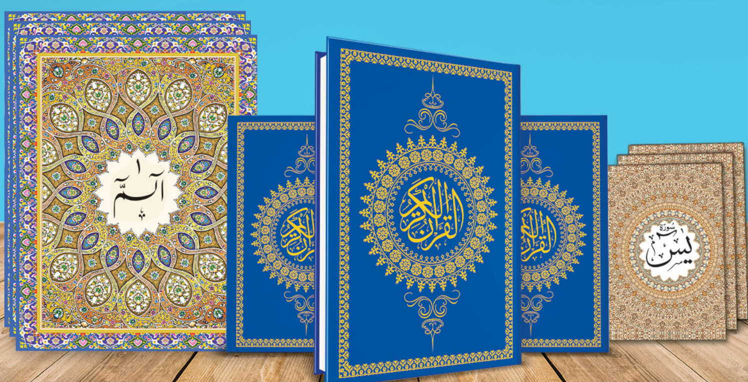

ملنے کا پتہ:
عظیمی محلّہ، سیکٹر 4-C، سرجانی ٹاؤن، کراچی، پاکستان۔

+92-(0)21-36417843
+92-(0)305-4435207

عظیمی
عظیمی یونیورسٹی پریس®
AZEEMI UNIVERSITY PRESS

سیدہ نفیسہ

بے بال و پر

کسی سوداگر کی تجارت کم ہوگئی۔ بیوی ناشکری تھی جب کہ بیٹے نے اسکول میں پاس نہ ہونے کا بیڑا اٹھا رکھا تھا۔ چاروں طرف سے مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ ذہنی دباؤ بڑھا تو پیٹ درد کی شکایت پر اسپتال میں داخل ہوا۔ رپورٹ ٹھیک تھی۔

خاکی پتلے آدمی کے خمیر میں ہزاروں بیکٹیریا ہیں۔ کچھ صحت کے لئے اچھے اور کچھ مضر ہیں۔ مضرِ صحت بیکٹیریا سے پیدا ہونے والی بیماریوں میں ایک بیماری ایسی ہے جس میں کثیر تعداد مبتلا ہے۔ اگر یہ بیماری نہ ہو تو باقی بیماریاں دور رہتی ہیں۔ سمجھا جاتا تھا کہ صرف بڑی عمر کے افراد اس میں مبتلا ہوتے ہیں مگر اب بچے بھی اس کا شکار ہیں۔ اس کی تکلیف ناقابلِ بیان ہے۔ اس پر فارسی زبان کی ایک پہیلی ہے۔ ترجمہ:

> ”میں نے ایک مرغ دیکھا جس کے نہ بال ہیں نہ پر۔ نہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا نہ باپ کے صلب سے۔ نہ وہ آسمان پر ہے نہ زمین پر۔ آدمی کا گوشت کھاتا ہے۔“

قارئین! ذہن کے پٹ کھولئے اور پہیلی کا جو جواب سمجھ میں آئے، لکھ کر بھیج دیجئے۔

ذہنی تناؤ کو انگریزی میں ڈپریشن کہتے ہیں۔ اس سے دل پر دباؤ پڑتا ہے جس سے خون کی نالیاں سکڑتی ہیں اور خون کی روانی متاثر ہونے سے جگہ جگہ clot بنتے ہیں جو جسم کے اندرونی افعال میں خلل پیدا کرتے ہیں۔

ذہنی تناؤ جن چیزوں سے پیدا ہوتا ہے، وہی اس کو ظاہر کرنے کا ذریعہ ہیں۔ میری دانست میں ڈپریشن کی وجہ شکوک و شبہات، وسوسے اور بے یقینی ہے۔ بے یقینی سے یکسوئی کا پنڈولم اپنے مرکز ”یقین“ کو چھوڑ کر کبھی ادھر اور کبھی ادھر جھولتا ہے جس سے یقین کی قوت بے یقینی میں بدل جاتی ہے اور فرد ”ایسا کیوں ہوا“ اور ”کیا ہوگا“ جیسے سوالات میں الجھ کر خود ترسی کی تصویر بن جاتا ہے۔

ڈپریشن میں مبتلا لوگوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ سہیلی کے پاس ضرورت کی ہر شے ہے۔ اس کے باغیچے میں گئی، وہاں بڑی بڑی جامنیں لگی ہوئی تھیں۔ سوچا کہ پھلوں کی کثرت سے خوش ہوگی۔ مبارک باد دی تو اس نے جواب میں کہا، پرندے پھل نہ چھوڑیں گے، ان سے بچ گئے تو تیز ہواؤں کی نذر ہوجائیں گے، میرے ہاتھ خاک بھی نہ آئے گی۔ دوست کا خیال تھا کہ قدرت نے جامن صرف اسے عطا کی ہے، اس میں پرندوں اور دوسری مخلوقات کا حق نہیں۔ اگلی ملاقات میں معلوم ہوا کہ جامنوں سے سیر ہوکر موسمِ گرما کے دن گزارے ہیں مگر اب شکوہ یہ تھا کہ آدھے سے کم دانے ایسے تھے جن پر پرندے چونچ صاف کر چکے تھے۔ اب فکر یہ ہے کہ اگلے سال پھلوں کی حفاظت کیسے کرنی ہے۔ اس قسم کے لوگ مثبت پہلو نظر انداز کرکے خوشی کو غم میں بدل دیتے ہیں اور عادتاً غیر مطمئن یا بے سکون رہتے ہیں۔

۲۔ دوسری قسم کے لوگ بے بنیاد باتوں پر پریشان اور توہم پرستی میں مبتلا ہیں۔ پتّا بھی ہلے تو اس میں اپنے لئے مصیبت تلاش کرلیتے ہیں۔ مثلاً سہیلی کی طرح میری پڑوسن پر بھی اللہ کا کرم ہے مگر اس کو دور پرے کی بھتیجی کا غم کھائے جاتا ہے۔ کہتی ہے کہ میری بھابی اس کی شادی کیوں نہیں کرتی؟ آخر کب تک پڑھائے گی؟ ایسی تعلیم سے توبہ جس میں صحت باقی رہی نہ صورت۔ دوسروں کے غم میں گھلنے والی پڑوسن نے اپنی ذہنی صحت کے بارے میں نہ سوچا۔ ایسے لوگ اپنے حال پر دھیان نہیں دیتے اور زمانے کے درد میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہ درد ہمدردی کی بنا پر ہوتا ہے اور عیب بینی کے سبب بھی۔ کوئی اللہ کا بندہ ان سے کہے،

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

۳۔ تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کو خوف کا شدید دورہ پڑتا ہے۔ جو بلا آتی ہے، پہلے ان کے گھر پر اترتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ کبھی آفتِ ناگہانی سے متاثر ہوئے ہوں، مال و دولت کا نقصان دیکھا ہو، کسی عزیز کو کھونے کے غم سے گزرے ہوں یا ان کے گھر میں تو تکار اور لڑائی جھگڑے ہوتے ہوں۔ اس سے اعصاب کمزور ہوتے ہیں اور نفسیاتی الجھنوں سے نبرد آزما ہونا ان کے لئے دشوار ہوجاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وسوسوں، خوف اور مصائب کے دباؤ سے آدمی

بیمار ہو کر اسپتال کیوں پہنچ جاتا ہے؟

سوچنے کے عمل میں دل و دماغ، اعصاب، رگیں اور شریانیں مل کر کام کرتی ہیں۔ ان کے کردار کو اس وقت محسوس کیا جاتا ہے جب سوچ میں ہیجانی جذبات کی آمیزش کے اثرات پورے جسم پر مرتب ہوتے ہیں۔

ہیجان کی ایک کیفیت غصہ ہے۔ غیظ و غضب میں چہرے کا رنگ لال ہو جاتا ہے، پیشانی پر بل پڑتے ہیں، اعصاب تن جاتے ہیں اور آدمی کپکپاتا ہے۔ ہیجان سے رونما ہونے والی تبدیلیاں ذہنی و جسمانی توازن کے لئے ضرر رساں ہیں۔

اسی طرح کی ایک ہیجانی کیفیت زچ ہونا ہے۔ آدمی سخت تردّد و کشمکش میں مبتلا ہو کر قلب و جگر کی الجھن میں پھنس جاتا ہے۔

جسم اور خیالات کا گہرا تعلق ہے۔ ہر خیال جسمانی و قلبی تحریک کا سبب بنتا ہے۔ خیالات وسوسے بن کر ذہنی تناؤ میں کیسے ظاہر ہوتے ہیں، اس کا تجربہ سب کو ہے۔

فرض کیجئے کہ زید دن بھر کوفت میں مبتلا رہتا ہے۔ گردن کے پیچھے اعصابی مہرے کوفت کو محسوس کرتے ہیں جس سے ان میں کھنچاؤ پیدا ہوتا ہے۔ دل بیزار ہو جاتا ہے، بھوک لگتی ہے نہ نوالہ حلق سے اترتا ہے۔ ہیجانی کیفیت مسلسل رہے تو ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ سر میں درد ہوتا ہے، حرکتِ قلب پر اثر پڑتا ہے اور خون کا دباؤ متاثر ہو جاتا ہے۔

کسی سوداگر کی تجارت کم ہو گئی۔ بیوی ناشکری تھی جب کہ بیٹے نے اسکول میں پاس نہ ہونے کا بیڑا اٹھا رکھا تھا۔ چاروں طرف سے مایوسی چھائی ہوئی تھی۔ ذہنی دباؤ بڑھا تو پیٹ درد کی شکایت پر اسپتال میں داخل ہوا۔ رپورٹ ٹھیک تھی۔ ڈاکٹروں نے یقین دلایا کہ کوئی مرض نہیں لیکن اسے وہم تھا کہ پیٹ میں رسولی ہے۔

ذہنی امراض کے ماہر نے مشورہ دیا کہ آپ مچھلی شکار کر کے کھائیں، بیماری رفع ہو جائے گی۔ مچھلی کے شکار کو جانے سے سوداگر کا ذہن بیماری کے خیال سے ہٹ گیا اور وہ چند ہفتوں میں تندرست ہو گیا۔

ڈاکٹر نے کیا کیا—؟ توجہ تبدیل کی۔

سمجھ دار لوگ ڈپریشن کا سبب بننے والے عوامل کا تدارک کرتے ہیں۔ ماں باپ سے، بہن بھائی، بیوی، شوہر یا دوست جس سے قریب ہوتے ہیں، مسئلہ بتاتے ہیں، ماہرِ نفسیات یا ایسے

شخص سے رجوع کرتے ہیں جو مایوسی سے نکلنے میں مدد کرے مگر ایسے لوگوں کی تعداد کم ہے۔ بیش تر افراد ذہنی دباؤ کو مرض نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہیں مگر نہ چاہتے ہوئے اس کا بوجھ اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان کو اس سے آزاد ہونا نہیں آتا— یہ ایک روز کسی مرض کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

۱۔ زندگی گزارنے کا درست رویہ کیا ہے؟

۲۔ ہم مطمئن کیسے رہیں؟

ہر شخص پر زندگی میں ایسا وقت آتا ہے جب معاش یا سماج کی طرف سے کوئی پریشانی ہوتی ہے یا وہ کسی وجہ سے جذباتی طور پر خود کو کمزور محسوس کر کے مایوسی کی دلدل میں اتر جاتا ہے۔

(۱) ذہن کو مصروف رکھیں اور کام کو بوجھ نہ سمجھیں۔ کام کرنا ہے تو خوشی سے کیوں نہ کیا جائے؟ وسوسوں کی قوت توڑنے کے لئے اس وقت کو ایسی مصروفیت میں گزاریں جس میں وقت گزرنے کا احساس نہ ہو۔ اس سے منفی سوچ کی شدت کمزور ہوتی ہے۔ روزگار کے علاوہ بھی ذہنی مصروفیت ہونی چاہئے۔ ورزش، کھیل یا تعمیری سرگرمی سے اعصاب پر پڑنے والا دباؤ دور ہوتا ہے۔

(۲) لوگوں سے بیر نہ رکھئے۔ بغض پالنے سے اعصاب شکستہ ہوتے ہیں۔

(۳) ترشی اور تنگی سب پر آتی ہے۔ وہ آدمی بھی کیا جو مصیبت نہ جھیل سکے۔ ایسے حالات میں صبر سے کام لینا چاہیے۔ اللہ کا فرمان ہے،

”بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ (البقرۃ: ۱۵۳)

ذہن ڈبّہ ہے جس میں وہ شے رہتی ہے جو ہم رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ہماری صوابدید ہے کہ اس ڈبّے کو تاریکی سے بھرنا چاہتے ہیں یا نور سے۔

ذہنی تناؤ کے شکنجے سے نکلنے میں اسے دشواری پیش آتی ہے جو رب سے تعلق کو محسوس نہیں کرتا اور نہ واقف ہے۔ اللہ نے خود تک پہنچنے کے لئے اپنی آیات کو نشانی بتایا ہے۔ غور و فکر کرنے والے فرد میں اتنی استطاعت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذہنی تناؤ کی گرفت سے نکل آتا ہے۔

قرآن کریم میں پریشانی کی قوت کی نفی کا فارمولا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے،

”پس بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔“

(الم نشرح: ۵۔۶)

عابد محمود

بڑے باپ کا بیٹا

جس طرح یک رنگی آئینے سے ٹکرا کر بکھر گئی، اسی طرح کیا میں بھی آئینہ ہوں جس سے ٹکرا کر یک رنگی، رنگوں میں ظاہر ہو رہی ہے؟

رنگ ساز سفید دیوار پر خاکستری رنگ کر رہا تھا۔ برش کے ترتیب سے اوپر نیچے اور نیچے سے اوپر جاتے ہی سفید رنگ نظروں سے اوجھل ہوتا گیا اور دیکھتے دیکھتے دیوار خاکستری ہوگئی۔

سفید سے پہلے دیوار مٹی کے ہم رنگ تھی۔ میں رنگ پر رنگ ہوتے دیکھ کر مسکرایا کہ ہم جس رنگ کا انتخاب کرتے ہیں، وہ غالب ہو جاتا ہے اور دوسرے رنگ چھپ جاتے ہیں۔

میاں محمد بخش نے فرمایا ہے،

کچا رنگ للاری والا چڑھ دا لیندا رہندا
عشق تیرے دا رنگ محمدؐ چڑھیا فیر نئیں لیندا

مفہوم: رنگ ساز جو رنگ کرتا ہے، وہ کچا ہوتا ہے، چڑھتا اترتا ہے لیکن خاتم النبیین محبوب رب العالمین حضرت محمدؐ کے عشق اور طرز فکر کا رنگ جس پر چڑھ جائے، وہ نہیں اترتا۔

رنگ ساز کے جاتے ہی میں نے فرنیچر اور دیگر سامان ترتیب سے رکھا۔ تھکن کی وجہ سے رات کو بستر پر لیٹتے ہی نیند آ گئی۔

صبح تازہ دم اٹھا تو گھر میں نیا رنگ دیکھ کر سوچا کہ رنگ سب کے لئے تبدیل ہوا ہے یا میرے لئے؟ خود کو یہ کہہ کر مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ سب پانی کو پانی دیکھتے ہیں، پانی سمجھ کر پیتے ہیں اور پانی سب کی پیاس بجھاتا ہے یعنی گھر کے تمام افراد دیواروں پر نیا رنگ دیکھ رہے تھے۔

جواب کتنا درست تھا، میں نہیں جانتا۔

محترم عظیمی صاحب نے 27 جنوری 2023ء کو ابدالِ حق قلندر بابا اولیاءؒ کے 44 ویں عرس کے موقع پر خطاب میں الوژن اور حقیقی رنگ کا فرق سمجھایا تھا جس کے بعد سے میں نے ہر شے

کو رنگوں کے تناظر میں دیکھنا شروع کیا کہ رنگ کیا ہیں اور کیا یہ تبدیل ہوتے ہیں؟

ذہن نے کہا، رنگ پہ بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا آتا ہے۔ دیوار پر خاکستری رنگ نیا ہونے کی وجہ سے شفاف ہے، رفتہ رفتہ کھردرا پن آئے گا پھر یہ اکھڑنے لگے گا اور اس کی جگہ نئے رنگ کی ضرورت محسوس ہوگی۔

ہم دیوار پر رنگ کیوں کرتے ہیں؟

اصل رنگ کیوں نہیں رہنے دیتے؟

میرے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔

بستر سے کمرے کا جائزہ لیا۔ دیواریں، دیوار پر ٹک ٹک کرتی گھڑی، چھت، پردے، قالین، الماری، بستر کی چادر اور میں، سب رنگین تھے۔ ہاتھ کو غور سے دیکھا تو پشت اور ہتھیلی کا رنگ الگ، ناخن الگ رنگ کے، جہاں سے ناخن بڑھ رہے تھے، اس کا رنگ الگ، نسیں الگ رنگ کی اور ہر رنگ کی مختلف خصوصیات تھیں۔

بے رنگ شے تلاش نہ کر سکا تو سوچا کہ ایسے رنگ ہوں گے جو محسوس ہوتے ہیں لیکن نظر نہیں آتے؟ اگر مظاہرہ نہ ہو تو رنگ کیسا—؟ خیال آیا کہ ہوا نظر نہیں آتی مگر محسوس ہوتی ہے یعنی ہوا کا بھی رنگ ہے۔ ہوا چلتی ہے تو پتے ملتے ہیں اور جسم کو فرحت ملتی ہے۔

تخیل میں ہوا سے لہلہاتے کھیت اور کئی چیزیں آئیں۔ سب رنگین تھیں۔

بابا! اٹھ جائیں۔ بڑی بیٹی نے پکارا۔

بیٹی کی محبت کا رنگ ناقابلِ بیان ہے۔ بیٹیاں نرمی پیدا کرتی ہیں، زندگی کو خوب صورت بناتی ہیں۔ رنگ کسی نہ کسی وجود کا مظاہرہ ہیں اور کشش رکھتے ہیں۔ ہر کشش اثبات چاہتی ہے۔

بیٹی کی آواز سن کر خیال آیا کہ ہوا کی طرح آواز بھی نظر نہیں آتی لیکن یہ رنگوں کا اجتماع ہے۔ ہر جملہ متحرک فلم ہے۔ ہر لفظ کا مفہوم، ہر آواز کا اپنا تاثر اور ہر لہجے کا اپنا رنگ ہے۔

سوچ مادی اشیا سے آگے جذبات و احساسات میں سفر کر رہی تھی۔ کوئی بات ہمیں خوش کرتی ہے اور کسی بات سے ہم پریشان ہو جاتے ہیں۔ محبت، ایثار، نفرت، غصہ، کینہ سب رنگ ہیں۔

دوپہر کو بچپن کا دوست حمید آیا۔ چھٹی کے دن کی وجہ سے بیگم نے پُر تکلف کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ دستر خوان پر رنگ رنگ کھانوں کی مہک سے بھوک بڑھ گئی تھی لیکن — کھانوں کی کہاں، یہ تو رنگوں کی مہک تھی۔

ہم نے چند نوالے لئے تھے کہ میں نے حمید سے پوچھا، کیا کھا رہے ہو؟

اس نے کہا، کھانا۔

میں نے پوچھا، کھانے میں کیا؟

اسے سوال عجیب لگا۔

وہی کھا رہا ہوں جو دسترخوان پر ہے — پلاؤ، آلو گوشت، اسٹیم چکن، دال اور سلاد۔

میں نے کہا، سالن پرانا ہو جائے، چکن ایک دن باہر رکھیں، چاولوں میں سے بدبو آئے، سلاد میں کھیرے کا رنگ بدل جائے تو اس کھانے کی مہک برقرار نہیں رہے گی۔ تم پلاؤ اور اسٹیم چکن نہیں کھا رہے بلکہ رنگ کھا رہے ہو۔

حمید ناگواری سے بولا، پھر گہری باتیں شروع کر دیں۔ بندہ کھانا ہضم کرے یا تمہاری باتیں؟

میں نے کہا، یہ تو سامنے کی باتیں ہیں بھائی۔ بتاؤ دسترخوان پر کون سی شے بے رنگ ہے؟ اگر کھیرے کا رنگ بدل جائے، سالن کا رنگ کالا ہو، چکن سے بدبو آئے تو کیا اسی رغبت سے کھاؤ گے جیسے اب کھا رہے ہو؟

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

کبھی سبزی فروش سے پیلے رنگ کا کھیرا اور گلی سڑی سبزی خریدی ہے؟

وہ بولا، خراب چیز کون خریدتا ہے!

میں نے پوچھا، کیسے پتہ چلا کہ وہ سڑ گئی ہے؟

اس نے کہا، رنگ سے۔

دیکھ لو بھائی! ہم تو خریداری بھی رنگ دیکھ کر کرتے ہیں۔ پھر الفاظ پر زور دیتے ہوئے پوچھا، اب بتاؤ کہ ہم تم کیا کھا رہے ہیں؟

اس نے کہا، رنگ۔

بیگم نے اطلاع دی کہ نعمان بھائی آئے ہیں۔

نعمان — حمید اور میرا مشترکہ دوست تھا۔

نام سنتے ہی حمید بولا، صبح اس کا فون آیا تھا، اسے بتایا تھا کہ تمہاری طرف جا رہا ہوں۔ کھانے کی خوش بو اسے بھی کھینچ لائی۔

نعمان اندر آیا اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ پرانی دوستی کا اپنا رنگ ہوتا ہے۔ بے تکلفی کا رنگ۔ نعمان نے سب سے پہلے سلاد کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے سالن گوشت کا ڈونگا قریب کرتے ہوئے کہا، لیں جی! بسم اللہ کریں۔ اس نے ڈونگا میری طرف کر دیا۔

میرے سوالیہ نظروں سے دیکھنے پر وضاحت

کی، red meat ہے، صحت کے لئے مضر ہے۔

میں نے اسٹیم چکن آگے کی۔

اس نے کہا، بھائی! میں دیسی مرغی والا بندہ ہوں جو اب مشکل سے ملتی ہے اور فارمی یعنی برائلر چکن کو جو غذا دی جاتی ہے، وہ ہارمونز کے لئے نقصان دہ ہے اس لئے چکن کھانا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے دال کا ڈونگا آگے کیا۔

وہ بولا، دیکھو، دال میں پروٹین زیادہ ہوتی ہے، یورک ایسڈ کا مسئلہ ہو سکتا ہے۔

میں نے پانی اور سلاد کے پتے سامنے رکھتے ہوئے کہا، ایسا کرو تم پتے کھاؤ اور پانی پیو۔ اچھے مہمان ہو، میزبان کی بے عزتی کئے جا رہے ہو۔

اس نے قہقہہ لگایا اور میری ناراضی کی پروا نہ کرتے ہوئے بولا، کیا کریں بھائی، ہم بیمار لوگ ہیں، صحت کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

کھانے کے بعد چائے پیتے ہوئے میں نے کہا، تمہیں کوئی بیماری نہیں۔ بیماریاں تو پریشانی کے رنگ ہیں۔ خوشیوں کے رنگ اپناؤ۔

وہ بولا، بھائی ہم بھی رنگ ہیں۔ اولاد نافرمان ہو جائے تو اس سے بڑا کوئی غم نہیں۔ خوش کیسے رہوں جب دن رات بیٹے کی بے حسی دیکھتا ہوں۔ ہم بچوں کے لئے جوانی ایثار کر دیتے ہیں، پیٹ کاٹ کر ان کو کھلاتے اور پڑھاتے ہیں۔ بڑھاپا دستک دے رہا ہے اور بیٹا کہتا ہے کہ ابا! اگر آپ نے جوانی میں محنت کی ہوتی تو آج میں اپنے دوستوں کی طرح بڑے باپ کا بیٹا ہوتا۔ ہماری بھی غلطی ہے جو تربیت میں کمی رہ گئی۔

دوست جا چکے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ ایثار کا رنگ اچھا ہے پھر نتائج بھی اچھے ہونے چاہئے تھے۔ اس لمحے اللہ کے دوست کی بات یاد آئی۔

وہ فرماتے ہیں،

"اچھا کھانا، اچھا پہننا، اچھی بیوی، اچھی اولاد آپ کو اللہ نے دی ہے۔ مال و زر، اولاد ذاتی ملکیت نہیں، اللہ کی دی ہوئی امانت ہیں۔ اگر اولاد کے بارے میں یہ تصور قائم ہو جائے کہ اولاد میری ملکیت نہیں، اللہ کی ملکیت ہے تو وہ اولاد آپ کے لئے نعمت ہے۔ اگر آپ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اولاد میری ملکیت ہے، بڑھاپے کا سہارا بنے گی تو ایسی اولاد آپ کے لئے۔۔۔؟"

آدمی رشتوں کے تناظر میں زندگی بسر کرتا ہے۔ پہلے ہم بچے تھے، اب ہمارے بچے ہیں۔ پہلے ہماری حیثیت بیٹے کی تھی، اب باپ کی ہے۔ ہم کرداروں کو فوقیت دیتے ہیں جس سے ہماری

پہچان ماں، باپ بیٹا، بھائی، بہن، بیوی اور شوہر کے لبادے میں چھپ جاتی ہے۔ میری ماں، میری بہن، میرے بچے۔ میرا یا میری کہنا اصل میں رنگ ہے جو ملکیت کو اجاگر کرتا ہے اور ملکیت کا رنگ چڑھتا اترتا رہتا ہے، آج کسی کی ملکیت، کل کسی اور کی — اصل رنگ پردے میں چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

"اور ہم نے آدم سے کہا، تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہوگے۔" (البقرۃ: ۳۵)

اللہ کی منشا نظر انداز کر کے اپنی مرضی کرنے سے جنت کی نعمتیں پردے میں چلی گئیں۔ اپنی مرضی میں ہے اور میں ملکیت ہے۔ ملکیت کا رنگ غالب آتا ہے تو نعمتوں پر پردہ آجاتا ہے اور میں کے رنگ غالب ہو جاتے ہیں۔

باطنی علوم کے ماہرین فرماتے ہیں کہ جس درخت کے قریب جانے سے منع کیا گیا، وہ مسلسل رنگ بدلتا ہے۔

درخت کے قریب جا کر ہم دراصل ایسی دنیا میں آگئے جہاں ہر شے رنگ بدل رہی ہے۔ رنگوں کا تغیر درخت میں ہے یا فرد میں؟ اولاد اولاد ہے، پہلے بھی اولاد تھی اور آج بھی اولاد ہے۔ نعمتیں نعمتیں ہیں، پہلے بھی تھیں، آج بھی ہیں۔ تبدیلی کہاں ہوئی اور اس درخت کا نام کیا ہے جس کے قریب نہ جانے کا حکم ہے؟

آنکھیں بند کر کے تخیل میں ڈوب گیا۔ دیکھا کہ ہر جا یک رنگی ہے۔ میرے ہاتھ میں آئینہ ہے جس سے ٹکرا کر یک رنگی میں سے لاشمار رنگ ظاہر ہو رہے ہیں۔ کچھ دیر یہ منظر رہا۔

جب تک رنگ آئینے سے نہیں ٹکرائے، یک رنگ تھے۔ آئینے سے ٹکراتے ہی رنگ کی لاشمار قسمیں ظاہر ہوئیں اور اتنے رنگ بدلے کہ میں اصل رنگ کا فیصلہ نہ کر سکا۔ آئینہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں خود رنگ رنگ ہوں۔ اس خیال کی حقیقت روشن ہوتے ہی گم صم ہو گیا۔

سوچ رہا تھا — جس طرح یک رنگی آئینے سے ٹکرا کر بکھر گئی، اسی طرح کیا میں بھی آئینہ ہوں جس سے ٹکرا کر یک رنگی، رنگوں میں ظاہر ہو رہی ہے؟ سوال یہ ہے کہ آئینہ کیا ہے؟

میں ایک بار پھر گہری سوچ میں اتر چکا تھا۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس معمّے کو حل کرنے کے لئے راہ نمائی فرمائیں۔

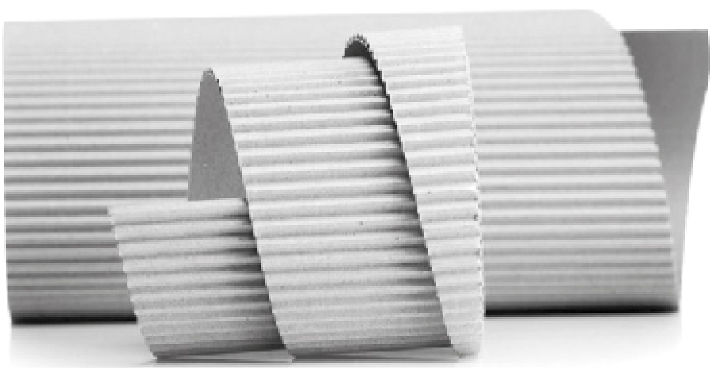

**Manufacturer of
Liner & Floating Paper**

PRIME PACK INDUSTRIES

**C-21, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381**

خواب تعبیر اور مشورہ

سیرتِ طیبہؐ

ڈاکٹر اکرام اللہ، اسلام آباد: خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ دیکھا کہ مرکزی مراقبہ ہال میں سیرتِ طیبہؐ کے موضوع پر ایک ورکشاپ منعقد کی گئی ہے۔

تعبیر: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی زیارت سے آپ مشرف ہوئے۔ اس قسم کے اعلیٰ خواب درود شریف کی برکت سے نظر آتے ہیں۔ آپ کو بہت مبارک ہو۔

شعور کا کیمرا

ر۔س، کراچی: دو دفعہ ایک ہی خاندان کے سات افراد کو سمندر میں ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ ایک دفعہ سمندر کے پانی میں تعفن تھا جب کہ دوسری دفعہ پانی صاف تھا۔

تعبیر: آدمی کا ذہن ایسا ٹائپ رائٹر ہے جو چلتا رہتا ہے۔ پرنٹ ہلکے ہوتے ہیں، لفظ ٹوٹے ہونے کی وجہ سے بات سمجھ میں نہیں آتی اور کبھی سمجھ میں آتی ہے تو اس میں الوژن کا غلبہ ہوتا ہے۔

زندگی ہمہ وقت حرکت میں رہتی ہے لیکن حرکت اتنی تیز ہوتی ہے کہ لفظ آپس میں ملے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو کچھ دماغ میں ٹائپ ہو رہا ہے، جب ٹائپ کرنے والوں کا ذہن منتشر ہوتا ہے، لکھنے کے لئے الفاظ اور ہوتے ہیں اور ذہنی انتشار کی بنیاد پر لکھا کچھ اور جاتا ہے۔ دماغ کو اگر کمپیوٹر سے تشبیہ دیں تو دماغ میں ہمہ وقت الفاظ کی تکرار ہوتی ہے۔ کبھی تکرار میں تیزی آجاتی ہے اور کبھی تکرار میں اتنا زیادہ الوژن ہوتا ہے کہ آدمی اسے پُرسکون لہریں سمجھتا ہے اور شعور کے کیمرے سے نکل کر لاشعوری فضا میں گم ہو جاتا ہے۔ جو کچھ وہ دیکھتا ہے، جو سنتا ہے اور جو کام شرم و حیا کے پردے میں چھپا رہتا ہے، وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس بات کی وضاحت میں بڑے لوگ نیند میں ایسے عمل کا ذکر کرتے ہیں جس سے غسل واجب ہوتا ہے یعنی لاشعوری دنیا میں

جو اصل زندگی ہے، ایسے حالات زیادہ روشن ہو جاتے ہیں کہ آدمی غسل کئے بغیر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ نہایت مختصر الفاظ میں اس طرح سمجھئے کہ آدمی ہمہ وقت ایک ہی بات کو دو طرح کرتا ہے۔ زندگی کے دو رخ متعین ہیں،

۱۔ اعلیٰ ۲۔ اسفل

آپ نے خواب میں ماحول کے مطابق اسفل اور اعلیٰ کردار کو یکے بعد دیگرے دیکھا ہے۔

آنکھوں کی ٹھنڈک

حنا عاطف، راولپنڈی: کسی ایسی جگہ سے گزر رہی ہوں جو بہت بڑی ہے۔ کوئی خاتون مجھ سے آگے جانے کی کوشش کرتی ہیں مگر میں تیز چل کر ایک کمرے تک پہنچ جاتی ہوں جہاں کمرے، دروازے اور سیڑھیاں بڑی ہیں۔ لکڑی کے دروازے کے سامنے پہلی سیڑھی پر سجدے میں روتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں مانگتی ہوں۔ دروازہ کھلتا ہے تو سامنے لوگ بیٹھے نظر آتے ہیں۔ دیکھا کہ ان کے آگے آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سرور، ہم حرماں نصیبوں کے حامی، خاتم النبیین حضرت محمدؐ تشریف فرما ہیں۔

تعبیر: خواب بجائے خود تعبیر ہے۔ مراقبہ کی پابندی کریں۔ وضو بغیر وضو چلتے پھرتے کثرت سے یا حی یا قیوم پڑھئے — اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب حضور پاکؐ کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حفاظت

محمد سلیم، کورنگی: خواب میں دیکھا کہ بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے ساتھ ہوں۔ انہوں نے ایک بچے کے بارے میں فرمایا کہ اسے اندر لے آؤ، یہ محفوظ رہے گا۔ اتنے میں وہاں سے احتجاجی جلوس چیزوں کو توڑتا پھوڑتا گزرا۔ جلوس میں شریک لوگ کہہ رہے تھے کہ گیارہ سو لوگوں کا جلنا معمولی واقعہ نہیں۔

تعبیر: ورق کے دو صفحے ہوتے ہیں۔ ایک صفحے پر خوش نما، خوش آئند، متاثر کن لہریں ہیں اور دوسرے رخ میں ایسی لہریں اچھلتی کودتی ہیں جو ضمیر کے منافی ہیں۔ قرآن کریم کے تیسویں پارے میں ارشادِ ربانی ہے،

"آپ کیا سمجھے اعلیٰ زندگی کیا ہے اور آپ کیا سمجھے کہ اسفل زندگی کیا ہے؟"

صفحے کے ایک طرف نقوش اعلیٰ و ارفع، مسرت و شادمانی اور سکون کی لہروں سے مزین ہیں۔ دوسرا رخ دماغ میں پروجیکٹر ہے کہ جس

میں ایسے خیالات کی فلم اسکرین پر مظہر بنتی ہے کہ خوشی غم میں تبدیل ہو جاتی ہے، یکسوئی کی جگہ خوف کی لہریں نمایاں ہوتی ہیں، اطمینانِ قلب کی جگہ پریشانی نظر آتی ہے۔ کتاب کا ایک ورق ایسا ہے کہ جس میں سزا ہے اور ایک رخ ایسا ہے کہ جس میں جزا ہے۔

محرومی — خوش حالی

فضل حیات، سوات: کہیں جاتے ہوئے ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ میں سلام کرتا ہوں۔ بزرگ نے شفقت سے جواب دے کر مصافحہ کیا اور کسی صاحب سے کہا کہ فضل صاحب کی مدد کریں اور انہیں سہارا دیں۔

تعبیر: ہم جب زندگی پر غور کرتے ہیں تو زندگی دو رخوں پر رواں دواں ہے۔ ایک رخ آسائش نہ ہونے کا شکوہ ہے جس کو احساسِ محرومی بھی کہا جاسکتا ہے۔ زندگی کی زیادہ تصاویر شکوہ شکایت اور مایوسی کی تصاویر ہیں۔ اگر زندگی پر غور کیا جائے تو زندگی کی بیلٹ جس پر زندگی رواں دواں ہے، اس کے کئی رخ متعین ہیں۔ ان میں سے ایک محرومی اور دوسرا رخ خوش حالی ہے۔ اگر خوش حالی نہ ہو جب کہ ضروریات زندگی پوری ہوتی ہیں تو یہ مایوسی کو جنم دیتا ہے۔ آدمی اپنی ابتدا پر غور کرے تو وہاں اطمینان، سکون، خوشی اور استغنا نظر آتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں نشوونما، پیدائش کے بعد رزق کی فراہمی، رزق میں دودھ اور ضروریات زندگی۔ دنیا میں آنے کے بعد جب تک ماں سہارا دیتی ہے، بچہ خوش رہتا ہے۔ بچہ جب تک بچہ ہے، والدین پر انحصار کرتا ہے جس کی وجہ سے خوش رہتا ہے۔ ماحول کے زیرِ اثر بچہ دنیا میں خود کو مجبور سمجھتا ہے جب کہ اب تک جو وسائل اسے قدرت کی طرف سے حاصل تھے، ان میں یہ پریشانی نہیں تھی اور نہ پریشان کرنے والے خیالات تھے۔ نوکری کی فکر تھی نہ کھانے پینے کی۔ اگر یہی بچہ ابتدائی زندگی کے مطابق خود کو ایک ذات اللہ کے سپرد کردے جس کی اسے پریکٹس ہے تو زندگی بندگی کے ساتھ خوشی کا گہوارہ بن جاتی ہے۔

دریا

فرزانہ جاوید، کراچی: بچپن کے محلے میں موجود ہوں۔ لیاقت آباد تین ہٹی سے ڈاک خانہ تک دریا بہہ رہا ہے اور کنارے پر بنے گھروں سے ٹکرا رہا ہے — حیران ہوں کہ یہ مصروف سڑک تھی، پانی کہاں سے آ گیا؟

تعبیر: انشاء اللہ — خواب علم میں اضافے اور حالات اچھے ہونے کی نوید ہے۔ چلتے پھرتے وضو بے وضو یاحی یاقیوم پڑھئے۔ اماں ابا کو سلام عرض کیجئے۔

درود شریف کی فضیلت

ف۔س، کراچی: شوہر کے ساتھ موٹر سائیکل پر جارہی ہوں، تینوں بچے ہمراہ ہیں۔ دفتر کے سامنے موٹر سائیکل روک کر شوہر اندر گئے اور کسی صاحب سے بات کرکے واپس آگئے۔ ہم دوبارہ روانہ ہوئے تو موٹر سائیکل دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ میں گود کے بچے کے ساتھ احتیاط سے نیچے اتری۔ شوہر اور باقی بچے بھی خیریت سے ہیں۔ اچانک کئی افراد سڑک پر جمع ہوئے تو میں سمجھ گئی کہ شوہر اور بچے واپس کیوں نہیں آرہے۔ دوڑتی ہوئی دفتر جاتی ہوں، اب وہاں خواتین بیٹھی ہیں۔ رو رو کر مدد مانگتی ہوں کہ شوہر اور بچوں کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے، ان کو شوہر کا فون نمبر دیتی ہوں کیوں کہ میرے پاس فون نہیں۔ خواتین میری بات سنتی ہیں۔ ان کو بتاتی ہوں کہ گود میں بچہ تھا جو غائب ہوگیا ہے۔ اتنے میں مزید خواتین وہاں آئیں جو آپس میں لڑ رہی تھیں۔ اچانک زمین دائرے کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔ خواتین گھبرا کر زمین پر بیٹھ جاتی ہیں کہ زلزلہ یا قیامت آگئی ہے۔ میں کہتی ہوں کہ ہمارے مرشد تیسرے کلمے کا ورد کرواتے ہیں، وہ کریں۔ زمین گول گھوم رہی ہے، گاڑیاں ٹکرا رہی ہیں۔

منظر بدلا اور خود کو کسی ہوٹل کے استقبالیہ پر دیکھا جہاں خواتین اعلیٰ لباس میں ہیں۔ میں نے پوچھا کہ قیامت گزر گئی، کیا نقطہ تو نہیں کھل گیا؟ ایک خاتون نے کہا، ہاں! نقطہ کھلا ہے مگر تھوڑا۔ ان کے اشارے پر دیوار کی طرف دیکھا جہاں سیاہ نقطہ اینٹی کلاک وائز گھوم رہا تھا۔ پوچھا کہ کیا میں مرگئی ہوں؟ وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئیں جہاں کچھ لوگ قبر تیار کر رہے تھے۔ آنکھیں بند کرکے بیٹھ گئی، ڈر لگ رہا تھا کہ کیا میں دنیا کا ڈسپلے دیکھ رہی ہوں؟ اپنی قبر کی مٹی لے کر ادب سے عرض کیا،

"آقائے دو جہاں، آخری نبی، سرکار دو عالمؐ!
میں نے آپؐ کے لئے اپنی جان کا وعدہ کیا تھا۔"

درود خضری کا ورد کر رہی تھی۔ آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر کسی نے کہا کہ ہم تمہیں پاک دنیا میں لے جارہے ہیں۔ میری قبر کی مٹی اب تک مٹھی میں ہے۔ کسی نے ہاتھ سے مٹی لے لی۔ دیکھا کہ

مجھے قبر میں دفن کیا جارہا ہے — اور آنکھ کھل گئی۔ محسوس ہوا کہ میں مر کر دوبارہ اٹھی ہوں۔ یہ بھی دیکھا کہ اس دنیا میں گورکن قبر بناتا ہے جس کا اُس دنیا میں ڈیسلپے ہوتا ہے۔

تعبیر: دنیا فانی ہے۔ آپ نے جو کچھ خواب میں دیکھا ہے، خواب کے دو رخ ہیں۔ ایک رخ میں دوسری دنیا کے تمثلات (نقوش) ہیں جو درود شریف کی فضیلت کو بیان کر رہے ہیں۔ دوسرے رخ میں دنیاوی معاملات ہیں اور ان معاملات میں اِدھر اُدھر کے خیالات کی تصویریں ہیں جو معاشرے میں اس وقت عام ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کریں۔ خواب نہایت مبارک ہے اور خواب کے دوسرے رخ میں الوژن زیادہ ہے۔ درود شریف پڑھنے کے معمولات جاری رکھئے۔ نماز کی پابندی کیجئے، انشاءاللہ روحانی ترقی ہوگی۔

● علمائے کرام اور پروفیسر صاحبان سے درخواست ہے کہ خواب کی تعبیر پڑھئے اور تفکر کیجئے کہ اس میں قرآن کریم کی کتنی آیتوں کی تفہیم ہے۔

ماہنامہ قلندر شعور اپریل 2023ء

آپ کے خواب اوران کی تعبیر

پورا نام:............ والدہ صاحبہ کا نام:............

پورا پتہ:............

ازدواجی حیثیت:............ وزن (تقریباً):............ آنکھوں کا رنگ............

نیند کیسی آتی ہے:............ بلڈ پریشر (نارمل/ہائی/لو):............ تاریخ پیدائش:............

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟............ فون نمبر............

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات :............

کشف کی صلاحیت

د۔ع: تخت پر ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ لوگوں سے ملاقات ہو رہی ہے۔ بار بار ان کے پاس جاتا ہوں، وہ شفقت سے سر پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ دوبارہ گیا تو اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا، میرا ہاتھ تھک رہا ہے۔ عرض کیا، دیکھتا ہوں کہ کتنے ملاقاتی رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تقریباً تمام لوگوں سے ملاقات ہو چکی ہے۔

تعبیر: وضو بے وضو کثرت سے یاحی یاقیوم کا ورد کیجئے۔ نماز کی پابندی کیجئے۔ مراقبہ میں ناغہ ہوتا ہے تو کشف کی صلاحیتیں کم ہو جاتی ہیں۔

بلڈ پریشر

نورجہاں بیگم، کراچی: بھتیجی سرخ پوٹلی دیتی ہے جو اوپر سے بند ہے۔ مجھے لگا کہ اس پوٹلی پر کلمہ لکھا ہے۔ میں نے سوالیہ نظروں سے بھتیجی کی طرف دیکھا تو اس نے بتایا کہ ایک مرحومہ رشتہ دار خاتون نے پوٹلی بھیجی ہے اور کہا ہے کہ ان کی طرف سے آپ کے لئے ہے۔

تعبیر: بلڈ پریشر چیک کروایئے۔

حالات پر گرفت

ایک دفعہ ابدالِ حق قلندر بابا اولیاؒ نے فرمایا—لوگ نادان ہیں، کہتے ہیں کہ ہماری گرفت حالات کے اوپر ہے۔ انسان اپنی مرضی اور منشا کے مطابق حالات میں ردّ و بدل کر سکتا ہے لیکن ایسا نہیں۔ انسان ایک کھلونا ہے۔ حالات جس قسم کی چابی اس کے اندر بھر دیتے ہیں، اسی طرح یہ کودنا، ناچنا شروع کر دیتا ہے، آوازیں نکالتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر فی الواقع حالات کے اوپر انسان کی دسترس ہوتی تو کوئی آدمی غریب نہ ہوتا، کوئی آدمی بیمار نہ پڑتا، کوئی آدمی بوڑھا نہ ہوتا اور کوئی موت کے منہ میں نہ جاتا۔ دنیا میں غرور و تکبر اور خود پرستی کے کردار، شداد، نمرود اور فرعون جو سمجھتے تھے کہ ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے، ان کی بھی موت کے پنجے نے گردن مروڑ دی اور دنیا میں ان کا نام و نشان نہیں رہا۔ یہ شداد، نمرود اور فرعون کی مثالیں ایسی نہیں ہیں کہ جن کو ہم محض کہانی کہہ کر گزر جائیں۔ تاریخ ہر زمانے میں خود کو دہراتی ہے البتہ رنگ روپ، نام اور شکل و صورت بدل جاتی ہے۔

received my answer."

"I cried because I realised that this is how I will see the movie of my life in the hereafter and cry in repentance when I see myself conducting inappropriately in certain sections. I lived so many years in ignorance of my responsibility as a spiritual traveler. I lived unaware that this life is a test of the code of conduct. I overlooked my greater purpose as a soul and lived through my ego. I am so grateful to my spiritual mentor who brings forth the mirror and allows me to regret and offer repentance through these experiences."

Maitha looked at her daughter who now sat pensively. A smile crossed both their faces and they broke into singing their favourite song, "We shall overcome, we shall overcome, we shall overcome someday, with peace in our heart, I do believe, we shall overcome someday." Giggles followed. There was no use crying over spilled milk. Whatever remained of life, they would try to make the most of it.

Maitha parked the car and entered the foyer of the building. Khulood, the security personnel looked up and smiled at her, and they exchanged salutations. Her daughter looked at a pink dress that was on the desk and exclaimed, "What a nice pink fabric! Are you creating something out of this?" Khulood was excited that someone took interest in what she was doing. "I am on night duty and I thought I could make it productive by creating a dress for my friend who is participating in a huge event this coming week. She is playing the role of a flower fairy. Do you want to see what I am doing?" When they both nodded in affirmation, Khulood showed how she was cutting open the petals of artificial flowers and sticking them one by one onto the fabric to cover the entire dress; in addition to this, she was creating accessories like headgear, armbands and demonstrating great creativity. "You seem to be amazing at designing clothes! You should definitely be a fashion designer. What you are creating is no less than what they wear on fashion ramps!" Maitha's daughter praised Khulood's work.

Khulood's eyes lit up as she replied, "Oh! Thank you so much! I want to become a fashion designer. I am working three jobs throughout the day to be able to save enough to join a fashion design course. Your encouragement gives me confidence that I am meant to do well in the field of my passion someday." They both left the premise smiling. It felt good to see someone happy.

As Maitha entered her home, she looked at her daughter with great admiration and thought, "She will be immensely happy when she views this incident in the hereafter. I have so much to learn from her. Acts of kindness have nothing to do with money, it only requires a mind that thinks of, and a heart that feels for others before one's self."

more they offered alternatives, the more he insisted on getting only what he wanted. It was like his hurt, pain, and fear were making it impossible for anyone to get through to him.

He was beyond reasoning. He seemed to have shut down his rationale and was like a cranky child who insisted that he only wanted the very same toy that was broken; despite knowing that it was beyond repair. He wanted to go back to being around a healthy wife and did not like her being sick. The fear of the unknown, if anything happened to her, was making him somehow want to go back to the time she was healthy and everything was okay in his world. His fear was spilling over everyone around him. He thought he was being strong, assertive, and righteous in his demands. However, to the onlookers, he was coming across as stubborn, unreasonable, and immature.

The more Maitha watched the incident unfold before her, the more it made her uneasy. When it got to a point of irritation, she realised it was nothing to do with the man, it was something inside her that was seeking her attention and resolution. Maitha focused on the discomfort within her. The more she focused on the discomfort, the more it took her through a rollercoaster of waves of intense displeasure. Suddenly, she was hit by an image of her past self, which made her extremely vulnerable. Her legs felt faint, her head spun, and she was slightly dizzy. Her daughter, who was standing right beside her, gently held her arm in support and looked at her inquisitively, visibly worried for her. Maitha nodded her head to let her daughter know she was okay.

By the time she got a hold of herself, the irate customer had left. She paid for her medical services and hurried back to her car. As she drank a whole bottle of water, her eyes shed streams of tears. Her daughter sat there, not knowing what to do or say. It was rare that Maitha demonstrated her vulnerability before anyone.

She took a deep breath and said, "I remembered my old self in the irate customer. Though I was right in my intent when I spoke, now I can see that the way I conducted myself with others was always wrong. I thought I was being righteous, fighting for what was right, seeking justice, without realising how everything had three parts to it – my truth, their truth, and then the actual truth or the bigger picture. I made everything about me. I lived life as me versus them, always in self-defense, like a warrior on a mission to win everything in her way. Everything was a war. It did not strike me that calm and peaceful communication could get things sorted. I always felt I had to raise my voice to get heard. Today it was as if life was showing me a mirror of how others experienced me. I always wondered why people misunderstood me. Today, seeing the man conduct himself, I

i

The Mirror of Life

Acts of kindness have nothing to do with money, it only requires a mind that thinks of, and a heart that feels for others before one's self.

Maitha stood patiently at the reception counter waiting for her turn. There seemed to be a sort of commotion but she paid no heed to it. Her heart was weaving words into poetry and this kept her engrossed. Her heart hummed,

"Good thoughts are like shells on the seashore,

One walks past without noticing them.

And then, there is a time when one decides to pick a shell up,

Admire its beauty and remain fascinated…

And from that point on, the series of picking up more shells start,

Ending in a perfectly blissful evening by the sea!"

"When will you pick those shells of good thoughts?" her heart chided her. A smile broke on her face but her forehead frowned. The increasingly agitated voice of the man who was in line before her was breaking the peace that she felt within her. The voice of the heart became faint as the noise around her increased.

"You know my wife is unwell. She has been on steroids for over 4-5 days now! What do you mean insurance has rejected our claim? I want to speak to your manager. I demand to know why is there such a callous attitude among you all. Why should I be doing your work? And who is this new person to whom I have to explain everything again? Why is no one sitting with me and sorting things out once and for all? Why should I leave my job and come here to do your job? Give me your complaint form, I will make sure you are all made answerable for what I've been put through…"

The more Maitha focused on the man, the more she understood his plight. He was scared and unable to accept that his wife was unwell. But she also noticed the helplessness in the eyes of the reception staff. The nurses and staff stood there, some fearful of the irate customer, some helpless, and others shrugged it off with an attitude that spoke, "What can we do?" They had no influence in the matters of insurance clearance. The insurance company was an external entity with independent rights to accept or reject claims. Maitha realised that the irate customer also knew this, but he needed an outlet to let out his frustration. He somehow hoped that his expression of frustration would miraculously get his medical claim approved.

What she saw unfold made her uncomfortable. The more the staff tried to pacify the customer, the more it fueled his irritation. The

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین و دنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

V

know is harmful to them and prefers their pursuit of pleasure over the wellbeing of their physical body.'

'What are preventative measures like?'

'To be moderate in everything, be it eating, sleeping, or drinking.'"

Dear Readers! This excerpt from the long conversation is not only helpful for medical students but for the general public too.

Physician Haris Bin Kaldah was also an expert in music. He was a maestro of the Sitar (a stringed instrument of the lute family that is widely used in Pakistan, India and Bangladesh) and was trained in Persia.

When the time of his death neared, his admirers and students asked him to give some final pieces of advice that they could follow after his passing.

Haris Bin Kaldah said, "Get married at a young age; eat both ripe and dry fruits, but have only seasonal ripe fruits; never take treatment for a disease until your body can tolerate it; take a nap after lunch, and go for a walk after dinner."

The Physician of the ancient academy of medicine stated that mankind needs no medicine or treatment if they follow the fundamental principles of hygiene, dining, sleeping, and drinking.

(Book: *Tareekh al-Atibba*)

Gundeshapur Institute

The Gundeshapur Academy was equivalent to the modern institutes of education in every way. This institute, about 1800 years old, has kept the candle of education lit to this day, however, its standards are not the same.

People from all over the world visited the institute to acquire education in Medicine, Physics, Astronomy, Mathematics, and Philosophy. Students would leave the academy equipped with theoretical and practical educational tools. It is said that the Gundeshapur Academy provided the first ever research facilities.

Once, the Caliph Mansoor of Baghdad called upon the Chief Medical Officer of the Gundeshapur Academy, Ibn Jateshoo, for treatment. He was so pleased with him that he appointed him as the Royal Physician. His six generations served the court of Baghdad. One of his grandsons, Jibreel Jateshoo, was a physician in the court of Caliph Haroon. He owned the first hospital in Baghdad and it was built just like the one in Gundeshapur; it is said to be present to this day and bears the name 'Al-Mansoor'.

'What ignites the spark of illness?'

'It is a seed which when left in the stomach and dissolves, kills, and induces illness.'

'That's true. What is your opinion about the method of extracting blood from veins after cutting them?'

'It should be performed on a day when the weather is clear and there are no clouds in the sky. The heart should neither be heavy with grief nor be overjoyed and the blood veins should be steady.'

'When should one take a bath?'

'If your stomach is full, never take a bath.'

'When should one have their meal?'

'Never eat when you are angry. Have mercy on yourself. Do not overburden yourself with work. Your heart will be at ease. Eat less, you will sleep soundly.'

'What are your views on medicine?'

'Stay away from medicine until you are unhealthy. Take precautionary measures when signs of illness show on your body and get rid of them before they establish their roots deeper into your body. Your body is like a field where you farm; if you keep it healthy, it will flourish, and if it is left unattended it will remain infertile.'

'Which meat is the best?'

'The meat of a young lamb. However, dry-brined meat kills those who eat it. Refrain from eating the meat of a cow and a camel."

'What about dry fruits?'

'Have seasonal fruits to your fill when they are ripe. However, do not touch them when their season is nearing an end. Pomegranate and lemon are the best among fruits.'

'Which flowers are the best?'

'Sweet Violet and Rose.'

'What is drinking water like?'

'Water is life to a body and a source of its sustainability. Taking slow sips of water is healthy, however, drinking water right after waking up is harmful. Clean and clear water is better. Especially, the cold water from the large rivers is really good, though they must not be mixed with the polluted forest waters and other substandard water sources.'

'What should water taste like?'

'Whatever the taste of the water may be, in all forms, it is life.'

'What should the colour of water be?'

'Colour is not an issue. Water reflects the colour of the pot in which it is poured.'

'Do you recommend Enema?'

'Yes, I do. I have read in the books of great physicians that enema cleans and cures the hidden diseases of the stomach. It would be surprising if a person ages before time and remains childless despite taking an enema. It is sheer ignorance when one continues eating that which they

well-being improves. It is because the wise know these matters and their subtleties well that they are capable of diagnosing illness and advising treatment.'

'If the Arabs were not that rude, who would have called them ignorant!? So, tell me, how do you diagnose a disease and help them with their issues?'

'Your Majesty! The treatment for a child is hidden in singing them lullabies and the treatment for a snake's treachery is in killing it. Intelligence is God-gifted, and every individual has been given their fair share as per their capabilities. Intelligence is also pre-destined just as the provision of resources is. It is a fact that some nations received a larger share while others get less of both intelligence and provision of resources. One is happy in affluence and abundance, while the other starves in stringent circumstances. Some are wise and smart, while others stay trapped with the demons of ignorance and unawareness. This is part of Divine wisdom and destiny. Mankind can hardly do anything about it.'

Haris Bin Kaldah's eloquence was a pleasant surprise to the Emperor of Persia. He asked again, 'What do you like most about the Arabs?'

Haris bin Kaldah answered, 'They are kind, well-mannered, brave-hearted, eloquent, very articulate, blue-blooded, and decent. They are so articulative that their spoken words feel like they were arrows effortlessly released by an archer. Their speech is sweet and soft. In times of drought, they feed the poor. In times of war, they show their valour. They take care of their neighbours and comfort them, and shelter those who seek protection. It is a norm among them to never disrespect those they have once respected.'

Haris Bin Kaldah's art of eloquence impressed the emperor.

Addressing his courtiers on a happy note, Kasra said, 'This man is a seasoned physician and expert in his field. His views are comforting to the soul. He does not waste a single opportunity to praise his nation.'

After this, the emperor asked him to take a seat. An interactive question and answer session began again.

'How do you define Medicine?' Kasra asked.

'Seeing is believing. Test it for yourself!' Haris Bin Kaldah said.

'What are the fundamentals of Medical Science?'

'*Izm.*'

'What is *Izm*?'

'To have control over both lips and to have mercy upon both hands.'

'Well said! Now, tell us which disease in this world is the most lethal?'

'Overeating. This results in the death of the entire world; the wild animals in jungles also die due to the very same reason.'

of medicine?"

He replied, "Taking preventative measures."

Haris Bin Kaldah advised people to avoid taking medicine unless necessary. He said, "If you must take medicine for your treatment, continue to take it until your illness is treated. Using medication without any indication of need can also cause disease."

Two brothers loved each other deeply. When one of them travelled, the other brother fell ill. The cause of his illness was not clear. When the elder brother came back from his journey and saw his brother's condition, he was very upset. They consulted multiple physicians but to no avail, finally, Haris Bin Kaldah was asked to give his expert opinion on th case.

Haris Bin Kaldah examined the patient and said, "This patient is very strange; He does not open his eyes. Wait! I will apply a new method of treatment."

He offered a small amount of an intoxicating liquid to the patient and asked him to drink it. When the patient was in an ecstatic state, he expressed what bothered him in poetic words,

"Wait! Wait! Let me come to my senses! Take me to the doorsteps of my beloved, so that I may see her, where such a doe-eyed beauty lives, whose likes are unseen in the houses of Bani Kanah! Her cheeks, blush pink; her voice, melodious and vivacious."

Upon hearing the poetic verses, they realised that the younger brother was affected by love.

Haris Bin Kaldah asked the person attending to him to give the man more of the liquid.

When the patient drank more of it, he was even more intoxicated and detailed his story of love.

The able physician of the Arabs, Haris Bin Kaldah mentioned the discussion he had with the Persian ruler at the time, Kasra Nosherwan, in one of his publications. A part of that conversation is shared with our readers:

"Physician Haris reached the court of Nosherwan, the ruler of Persia. He offered his greeting with the utmost respect and stood as the ruler had not permitted him to be seated.

Kasra asked him, 'Who are you?'

He replied, 'Haris Bin Kaldah Saqfi.'

'What do you do?'

'I am a Physician.'

'Are you an Arab?'

'Yes, I am and from a noble family.'

'What have the Arabs got to do with medical science? What do they know about medical treatment?'

'Your Majesty! If Arabs are as ignorant as you describe, they surely would need someone to guide and correct their ignorance and lack of awareness so that their issues resolve and their physical

Haris Bin Kaldah

'...It is sheer ignorance when one continues eating that which they know is harmful to them and prefers their pursuit of pleasure over the wellbeing of their physical body.'

The Academy of Gundeshapur in Persia (Iran), is renowned among the ancient educational institutes. The Cambridge History of Iran has ranked this institute as the epicentre of medical education in the fifth and sixth centuries. Though many other disciplines of science were also taught, it was particularly known for its repute in *Tib* (Medical Science), and people from all over the world came to acquire their medical education. This institute was focused on imparting theoretical as well as practical aspects of this field. Under the supervision of teachers, students treated their patients and conducted new experiments.

One of the popular physicians, Nafay bin Haris Bin Kaldah, who graduated from this institute, is mentioned in the accounts of history. He lived in the times of the Last Prophet, Muhammad (PBUH), and was a resident of Taif, belonging to the Saqeef tribe. After touring the civilised countries of the world, he enrolled in the academy for medical studies. His training in the diagnosis of diseases developed his expertise in medicine. Thereafter, Haris Bin Kaldah travelled to Yemen and learned from the practices and experiences of the Yemeni physicians.

It is documented that Haris Bin Kaldah witnessed the era of Prophet Muhammad (PBUH), and all four pious Caliphs too. He was well-known among the Arabs and earned great fame for being a seasoned and veteran physician.

It is narrated that when Hazrat Saad Bin Abi Waqas (RA) fell ill in Makkah, the Holy Prophet (PBUH) visited him and called upon Haris Bin Kaldah for medical treatment. Prophet Muhammad (PBUH) instructed, "Call Haris Bin Kaldah of the Saqeef tribe; he treats ailments."

(Abu Daud, Book: *Kitab al-Tib*)

Haris Bin Kaldah prescribed a soup made up of *Halba* and *Ajwa* dates for the patient. Soon after, with the treatment provided, Hazrat Saad Bin Abi Waqas (RA) recovered completely.

It is said that Haris Bin Kaldah had extensively studied the nature and temperament of Arabs and had developed a knack for prescribing medicine for their diseases and illness.

Once, somebody asked him, "How would you define the field

ii

conscious or keep Jaffar *Bhai* comfortable. "I went for Umrah* and prayed for your family," the voice of Jaffar *Bhai* filled the car. They were stunned. He was only an employee of the company that handled the entry and exit documents. They were ordinary colleagues out of the hundreds that worked with him. Yes, they always met cordially, but was that impactful enough for him to remember them and offer prayers during his sacred pilgrimage? "Thank you so much, Jaffar *Bhai*. No one remembers others in the presence of God, and you thought of us. We are very grateful." While one managed to reply, the other was choking as they attempted to hold back tears.

After handing in their documents for yearly renewal, they never once thought of him until it was time for the next renewal.

"I always remember you both and your family. Our first meeting, when your children were young, the time your parents joined in, and the time when your children needed documentation to fly out for their education – I was always involved in your journey. It has been 12 lovely years and you both have always treated me with respect, how can I forget that? Your family has blossomed right before my eyes. Oh! That is my house. You can drop me here. I am so grateful for the lift. You are so kind. Thank you again." He got out of the car and waved them goodbye and went on his way.

They looked at each other. They knew him for 12 years and yet the exchange of kindness from his side was overwhelming. One of them spoke up with a quiver in his voice, "I have never seen him raise his voice or speak to anyone with disrespect, even to those who disrespect him. He does not say no unless he has tried his best. I have seen people keep him standing outside their doors for hours before they hand over their documents. He has the same smile and a light in his eyes. He takes on their stress, lets them vent it out on him, and then sets them free with his silence. He is known for his utmost patience and acceptance of whatever comes his way. He was almost made redundant when the new management took over last year and yet he said, 'It is God's will. He will take me where I must go.' People joined hands to keep him. He has left such an impact on everyone. And his salary is unbelievably low. Money and status do not make anyone a good person, does it?"

The other said, "You mean, he is a true follower of God." They both had tears in their eyes as they chanted feverishly in their heart, "*Ya Hayyu, Ya Qayyum**."

---

* Umrah = Voluntary Islamic pilgrimage.

* *Ya Hayyu, Ya Qayyum* = O' Living, O' Sustaining

i

The Power of Kindness

He was not well dressed, nor was he affluent, nor did he have exemplary oratory skills to mesmerise anyone, and yet, there was something in his stride that made them feel a lot of respect for him in their hearts.

He stood there in the scorching sun, waiting for them to arrive. They huffed and puffed as they reached him, though they had barely walked a minute from their parked car. Expecting to find a frown on his face, if not a scowl in his tone for making him wait over 20 minutes, they increased their walking pace. They knew all their excuses were trivial. Nothing justified making someone wait under the blazing afternoon sun in the scorching summer.

They avoided looking at him at first and sheepishly muttered in unison, "Sorry, Jaffar *Bhai**."

They heard a polite and soft, "*Assalamualaikum*," in reply. The tone was so assuring that they both looked up to meet his eyes, which shone in compassion and replied, "*Walaikumassalam*." The guilt had dominated them so much that they had forgotten to offer him their salutation.

"It is perfectly okay. I was enjoying the sun. The traffic does clog the roads in this area in the afternoon due to the school buses. I should have asked you both to meet me elsewhere. My apologies for putting you through the inconvenience," he said. Hearing this, their eyes drowned in shame.

They handed over the documents and walked back to their car in a daze. His kindness had left them speechless. They could not get over the fact that someone had accepted responsibility for their mistake and let them go scot-free. Just as they sat in the car, their eyes involuntarily peeked into the rearview mirror to see Jaffar *Bhai*. There he was, walking down the street with the same compassionate smile on his face. He seemed to be absorbed by the nature and hardly noticed any unpleasantness around him. He was not well dressed, nor was he affluent, nor did he have exemplary oratory skills to mesmerise anyone, and yet, there was something in his stride that made them feel a lot of respect for him in their hearts. They looked at each other and knew what the right thing to do was. One of them ran back to Jaffar *Bhai* and said, "Please let us drop you wherever you want to go."

After a bit of convincing, Jaffar *Bhai* sat in the backseat. They turned on the AC of the car to the maximum, not sure if they were trying to cool down their guilty

* Bhai= Brother. It is used to show respect to the other person.

iii

The revelation of the Holy Quran was in the month of Ramadan when one observes fasting. Fasting diverts our attention from the external senses and draws the mind to focus on those senses that exist within us and are a means to subdue space. Fasting is a programme that assists us in entering the senses of the night and is also a programme of negation, in which, for a certain period, things that are considered legitimate, do not remain legitimate. Control over hunger and thirst, being mindful in conversations, refraining from backbiting, ensuring a legitimate means of sustenance, offering *Zakat* (charity and donations), sleeping less, and trying to free one's self from the grip of materiality while focusing on God throughout the 24 hours of the day. Through this practice, the inner senses are awakened, and the eye that can see the subconscious while in wakefulness, is activated.

Lailat-ul-Qadr (The Night of Power) is a superior space of the senses, which is greater than the time and space of a thousand months. There are 30 days and 30 nights in a month, and 30,000 days and 30,000 nights in a thousand months, that is, the speed of the senses on *Lailat-ul -Qadr* accelerates by 60,000 times. On the blessed night of *Lailat-ul-Qadr,* one shakes hands with the angels and the Archangel Gabriel (PBUH), and the blessed ones witness *Tajalli* (one of the highest stages of Divine Light). God says,

"Fasting is for Me, and I am its reward."

God Almighty has stated that *Lailat-ul-Qadr* is all peace until the rising of the dawn. It is noteworthy that when a creature manifests in a form and shape, its space opens up, that is, it moves away from its true state and expands. Therefore, the verse that states, "سلٰم هي حتّٰى مطلع الفجر" has its affinity with both the senses of the day and night. While one remains in the senses of the night, they are protected. By fasting, humans gain the comprehension of the senses of the night and become aware of the reality of the expansion and contraction of space, and proximity and distance.

Congratulations to all those who through the blessings of God Almighty, witnessed the *Lailat-ul-Qadr*. Keep us in your prayers. Thank you.

May God protect you

with closed eyes, and observe a red rosebud. When observation is established, observe that the bud is blossoming into a fully bloomed flower. Focus on how space expands when the bud blossoms into a flower. When the space expands, the time that is needed to cover it will automatically expand. The flower that is before us is no different to the bud – its space was shrunk within the closed bud. This example is also true for the time and space of day and night.

•• ———————— ••

The world of the night is extensive in comparison to that of the day. Distance is subdued for the enlightened people in the space of the night, and hence, while being in this world, in uncountable units of time, they observe multiple worlds, walk around, eat and drink, meet people, and undertake journeys. How does this happen? And in this journey, why does distance not become a hindrance? The answer to this is that distance is not in the universe, it is in the mind. Enlightened people subdue the distances in their mind and observe all the worlds in the universe as a singular point.

Distance is an illusion and to break this, one needs the senses of the night just like one does in the world of sleep. In the world of sleep, a person with features similar to the person (who is asleep) wakes up in a different attire, and the speed of that person's senses is thousand times faster than normal. That person leads a better and more fulfilled life in the world of sleep than in the world of wakefulness, however, when they wake up, they ignore their abilities and allow the speed of the physical body to dominate them. When they are awake, they say, "Whatever I saw was a dream, and whatever I heard was a story."

In this way, rejecting the abilities of the senses of the night, one accepts illusory phenomena and accepts senses that show them distance despite there being no distance.

•• ———————— ••

The Quran is a Holy book free of doubt* in which the universal formulae have been stated. When one reads it with contemplation, their mind arrives at a point where all illusion is negated. The Lord of all realms, God Almighty states,

> "Lo! We revealed it on the Night of Predestination. Ah, what will convey unto thee what the Night of Power is! The Night of Power is better than a thousand months. The angels and the Spirit descend therein, by the permission of their Lord, with all decrees. (The night is) Peace until the rising of the dawn." (Quran, 97:1-5)

---

* Doubt= illusion, change

Message of the Day

God says, "Fasting is for Me, and I am its reward."

The universe seems to be divided by proximity and distance, while in fact, there is neither proximity nor distance here; everything is encapsulated in a dot and that dot is thought. As one does not understand thought, the angle of proximity and distance forms in one's mind, and one assumes certain things to be close and others as distant. Some consider the images present in their thought as close, while others consider them distant – only one amongst a million pays attention to where these images are formed.

Whatever exists in this universe is on the inside. Thought arises from within us and becomes apparent on the internal screen. When a thought arrives, the senses of hearing, sight, feeling, understanding, speaking, and silence are activated. If there are no thoughts, mankind moves into a zone where one's existence or non-existence is not felt. Ponder! If the thought arises inside us, and the images are also formed inside, then what are proximity and distance?

• • ———————— • •

Two patterns of senses have been mentioned in the Holy Scriptures and the last Heavenly Book, The Holy Quran. While one is of daytime, the other is of the night. It is due to day and night that the space of things expands or remains in its true state, within a thought. Due to the expansion of space, an angle forms between the images such that, distance begins to dominate them and they appear to be distant from each other. When the images remain in their true space within a thought, the difference between close and distant cease to exist. The Creator of night and day states,

> "A token unto them is night. We strip it of the day, and lo! they are in darkness." (Quran, 36:37)

The meaning of day is to reveal. It is a sense in which the space of hearing, sight, understanding, and feeling expand. On the contrary, the space of the senses of the night is equivalent to the subconscious. When the senses of daytime shed off, those unaware of the senses of night are inundated by darkness. They name this darkness night, even though this darkness is also light.

Visualise Sit in a dark and noiseless room. Your stomach must be empty, and your breath light and slow. Set an alarm for five minutes, sit

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	138
The Power of Kindness	Ahmad Qasim	135
Haris bin Kaldah	Quratulain Wasti	133
The Mirror of Life	Bibi Anuradha (UAE)	127

"Action and reaction are two ways to spend life. Action is a submission to the will of God, whereas reaction is contrary to it."

Vol11 Issue3 | April 2023 | Ramadan – Shawwal 1444AH

بسم الله الرحمن الرحيم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu — English)

Patron in Chief

Huzoor Qalandar Baba Auliya[RA]

Chief Editor

Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor

Hakeem Salam Arif

Circulation Manager

Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.110/- Per issue. Annual subscription Rs.1680/- with Reg. Post (Domestic), US$ 70/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

FL 5 & 6, Block B, Gulshan-e-Jamal
Rashid Minhas Road, Karachi.

f: lavishdinerestaurant

Lavish Dine

Restaurant

www.lavishdinerestaurant.com

- Party up to 400 Persons
- Affordable Party Menus
- Buffet
- À la carte

Ph: 021-34570423
Cell: 0333-3538004

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD

HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587

Email:sangamhotel@hotmail.com

- Domestic/Commercial Independent solar systems
- Solar Powered Street Lights
- Solar Tube well pumps
- Hybrid solution for Telecom sector/BTS towers
- Large Scale Photo Voltaic plants

SOLAR SOLUTIONS

CCTV

COMMERCIAL

RESIDENTIAL

SAMSUNG alhua TECHNOLOGY

We offer best IT solutions to meet your needs!

Cummins

Power Generation

DIESEL GENERATORS

GUIDELIGHT BUSINESS SOLUTIONS

We Offer Sustainable Solutions...

Jawad Tower, Block-B, 4th Floor, Flat # 6, University Road, Peshawar-Pakistan.**Ph#** 091-5711454
E-mail: info@gbs.com.pk , azeemi.moon@gmail .com **web:** www.gbs.com.pk

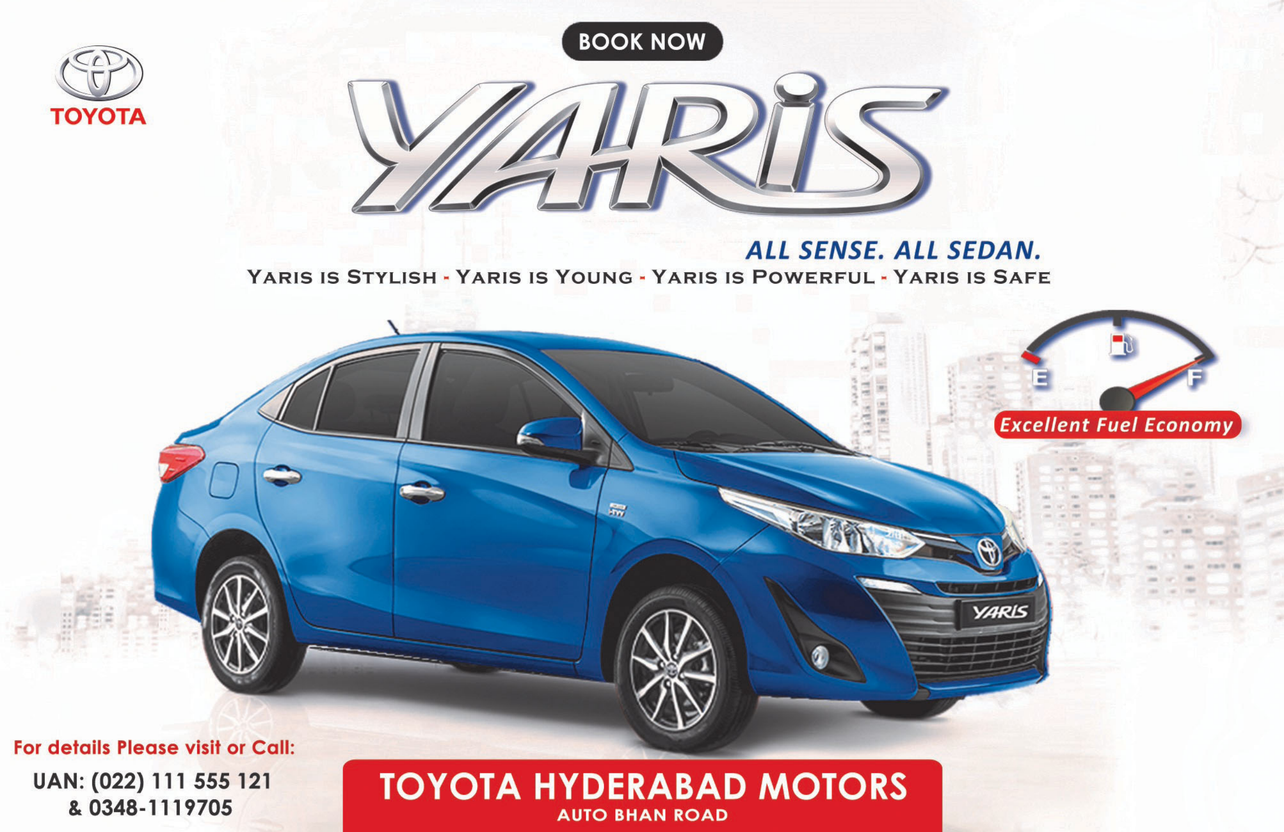
TOYOTA
BOOK NOW
YARIS
ALL SENSE. ALL SEDAN.
YARIS IS STYLISH - YARIS IS YOUNG - YARIS IS POWERFUL - YARIS IS SAFE
E
F
Excellent Fuel Economy
YARIS
For details Please visit or Call:
UAN: (022) 111 555 121
& 0348-1119705
TOYOTA HYDERABAD MOTORS
AUTO BHAN ROAD